YOUTH PARLIAMENT PAKISTAN
YOUTH DEBATES

Thursday, the September 20, 2012

The Youth Parliament met in the Margalla Hotel at 1:30 pm with Madam Deputy Speaker (Ms. Sarah Abdul Wadood Khan) in the Chair.

(Recitation of the Holy Quran by Mr. Hashim Azim)

Calling Attention Notice: Imposition of Radio Tax on Mobile Phone Users and Vehicle Buyers

Madam Deputy Speaker: Mr. Muhammad Haseeb Ahsan invites the attention of honourable Youth Minister for Information on imposition of the new tax on every mobile user and vehicle buyer imposed for the betterment of Radio Pakistan. The imposition of this tax is totally unfair and is unnecessary burden on the people of Pakistan.

محمد حسیب احسن: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محترمہ سپیکر صاحبہ! ریڈیو پاکستان جو اس وقت ملک کے دوسرے اداروں کی طرح تباہی کے دہانے پر پہنچ چکا ہے، اس کی بہتری کے لیے قومی اسمبلی کی قائمہ کمیٹی برائے اطلاعات و نشریات نے یہ فیصلہ کیا کہ کہیں سے funds generate کیے جائیں۔ چونکہ ریڈیو ہر موبائل فون میں اور ہر گاڑی میں use ہوتا ہے تو انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہر mobile phone user اور نئی گاڑی خریدنے والے پر ٹیکس عائد کیا جائے۔ ٹیکس کی شرح کچھ اس طرح رکھی گئی کہ موبائل پر 100 روپے charge کرنے کی صورت میں 2 روپے ریڈیو ٹیکس وصول کیا جائے گا جبکہ ہر نئی گاڑی خریدنے پر 4,000 روپے ٹیکس وصول کیا جائے گا۔ اس طرح سالانہ آمدنی کا تخمینہ تقریباً 4 ارب روپے لگایا گیا۔ یہ فیصلہ کیا گیا کہ یہ revenue ریڈیو پاکستان کی بہتری کے لیے استعمال کیا جائے گا۔

اس سے پہلے پاکستان ٹیلی وژن بھی تباہی کے دہانے پر تھا تو حکومت نے فیصلہ کیا کہ ہر بجلی کے بل میں 25 روپے TV tax کی صورت میں وصول کیے جائیں گے۔ بعد میں اسی ٹیکس کو بڑھا کر 35

روپے کردیا گیا۔ جس شخص کے گھر میں بھی بجلی کا میٹر نصب ہے، چاہے اس کے گھر میں ٹی وی ہو یا نہ ہو، وہ 35 روپے ادا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ایسی complaints بھی موصول ہوئی ہیں کہ مساجد کے بجلی کے بلوں میں بھی TV tax وصول کیا جاتا رہا ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ ہمارے عوام جو پہلے ہی مہنگائی کی چکی میں پس رہے ہیں، ان پر مزید بوجھ ڈالا جارہا ہے۔ اس ٹیکس کی summary اس وقت فنانس منسٹر کے پاس پڑی ہے، mobile phone users پر ٹیکس ابھی نہیں لگا جبکہ گاڑیوں پر لگ چکا ہے۔ میں نے خود -/4,000 روپے ٹیکس pay کیا ہے جس کی رسید میرے پاس موجود ہے۔ یہاں evidence کی بات ہوئی تھی تو یہ رسید میرے پاس موجود ہے، میں اسے mail بھی کردوں گا یا کسی بھی طرح دکھا دوں گا کہ -/4,000 روپے pay کیے گئے ہیں۔

دوسری بات، کیا ہم اسی طرح غریب عوام سے ٹیکس لیتے رہیں گے اور ان کا خون نچوڑتے رہیں گے؟ حکومت کو چاہیے کہ کوئی way forward دیں؟ ٹیکس کے لیے باقاعدہ ایک ادارہ ہے اور اسے اپنے revenues generate کرنے چاہییں۔ اس کے لیے مختلف طریقے ہیں۔ Revenue generate کرنے کے لیے commercials ہوتے ہیں، ان کے ذریعے ریڈیو revenue generate کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ ریڈیو اپنے پروگراموں کو فروخت کرسکتا ہے۔ اس کے علاوہ radio broadcasting نے جن نجی radio stations کو license issue کیے ہیں اور مزید کررہا ہے، ان کی فیس بڑھائی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ surcharge لگائے جاسکتے ہیں اور اپنی فیس بھی بڑھائی جاسکتی ہے۔ آخر میں میرا مطالبہ ہے کہ اس ٹیکس کو واپس لیا جائے اور غریب عوام کا خون نہ نچوڑا جائے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ معزز یوتھ منسٹر برائے اطلاعات، جناب اسامہ ریاض۔

جناب اسامہ ریاض: شکریہ میڈم سپیکر۔ میں محترم حسیب احسن ہاشمی صاحب کی بہت عزت کرتا ہوں۔ انہوں نے ان taxes کے بارے میں بات کی ہے جو mobile phone users اور new vehicle buyers پر لگائے گئے ہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ فروری 2012 کا واقعہ ہے۔ مجلسِ قائمہ برائے اطلاعات میں Pakistan Broadcasting Corporation کی طرف سے

ایک recommendation آئی تھی کہ mobile phone users اور vehicle buyers پر اس قسم کا radio tax impose کیا جائے۔ اس تجویز کو قومی اسمبلی کی مجلسِ قائمہ کے اندر ہی پیپلز پارٹی، اس کے coalition partners اور allies نے oppose کیا۔ اس کے بعد PML(Q) on record یہ بیان دے چکی ہے کہ وہ اس معاملے پر پیپلز پارٹی کے ساتھ نہیں ہے۔

جہاں تک mobile phone users کی بات ہے تو میں واضح کرنا چاہوں گا کہ جو recommendation اور suggestion تھی اس میں ان telecommunication companies کے بارے میں بات کی گئی تھی جنہوں نے radio services provide کی ہوئی ہیں یعنی جو radio services اپنے network پر فراہم کرتے ہیں۔ یہ سب companies پر لازمی نہیں تھا، اگر اب تمام companies نے کرنا شروع کردیا ہے تو الگ بات ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ یہ صرف ایک suggestion تھی، ابھی تک اس پر implementation نہیں کی گئی یعنی حکومت کی طرف سے کوئی implementation نہیں ہوئی۔ 2012 میں یہ تجویز آئی، اس وقت خیال تھا کہ 2012-13 کے بجٹ میں اس کو include کیا جائے گا لیکن بجٹ میں بھی اس چیز کو شامل نہیں کیا گیا۔ 2012-13 کے بجٹ میں mobile users پر کوئی نیا ٹیکس، ریڈیو ٹیکس کے نام سے نہیں لگایا گیا۔

جہاں تک vehicle buyers کی بات ہے، یہ ایک suggestion تھی اور اس پر Federal Minister کا یہ موقف تھا کہ اگر کوئی شخص 2.5 ملین یا اس سے زیادہ قیمت کی گاڑی خرید رہا ہے تو اس کے لیے چند ہزار روپے pay in the form of radio tax, کرنا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ اس بات کو بھی oppose کیا گیا جبکہ کچھ جگہوں پر یہ tax implement کیا جارہا ہے۔

جہاں تک mobile users کی بات ہے تو میں بتانا چاہوں گا کہ ان پر اس طرح کا کوئی بھی ٹیکس ابھی تک implement نہیں کیا گیا۔ Mobile users پر صرف پرانے ٹیکس یعنی Federal Excise Duty, Withholding Tax and Advance Income Tax کے نام سے تین ٹیکس ہی لاگو ہیں۔ شکریہ۔

Resolution: Measures for increasing voter turnout in the upcoming elections

محترمہ ڈپٹی سپیکر: محترمہ اشنا احمد صاحبہ اور حنین علی قادری صاحب ایک قرارداد ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں گزارش کروں گی محترمہ اشنا احمد صاحبہ سے کہ وہ قرارداد کا متن پڑھیں اور اس پر اپنی رائے کا اظہار کریں۔

Ms. Ushna Ahmed: Thank you Madam Speaker. I have the honour to move the following resolution:

> "This House is of the opinion that effective measures must be taken, by both Election Commission of Pakistan and the political parties, to engage the youth of Pakistan in the electoral process in order to increase the voter turnout in the upcoming elections."

میڈم سپیکر! جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے ملک کی یوتھ population کا ایک بڑا bulge form کرتی ہے، آبادی کا تقریباً 67% یوتھ پر مشتمل ہے۔ آئندہ آنے والے الیکشن کے لیے جو ووٹر لسٹیں بن رہی ہیں، ان میں 83 ملین registered voters ہیں، جن میں تقریباً registered voters 20% وہ ہیں جو 18-25 سال کے درمیان fall کرتے ہیں اور 45% وہ ہیں جو 18-35% کے درمیان fall کرتے ہیں۔ اس طرح یہ ایک کافی بڑا bulge ہے جو یوتھ پر مشتمل ہے۔ پھر نادرا اور الیکشن کمیشن نے جب voters lists کی cross checking کی تو بہت سے ایسے ووٹر جو پچھلی مرتبہ register نہیں ہوسکے تھے، اب voter lists میں register ہوگئے ہیں۔ اس سال جنوری سے جون کے عرصے میں تقریباً 1.5 ملین آبادی 18 سال کی عمر کو پہنچی ہے یعنی یوتھ میں convert ہوئی ہے۔ بارہ سے پندرہ ہزار نئے CNIC ہر روز issue کیے جارہے ہیں۔ لہٰذا، یوتھ کا کافی بڑا bulge ہے اور ہمیں اس youth کو آئندہ آنے والے الیکشن میں voter turnout increase کرنے کے لیے utilize کرنے کی ضرورت ہے۔

پچھلے الیکشن میں، جو کہ 2008 میں ہوا تھا، voter turnout تقریباً 35-37% تھا۔ جیتنے والی جماعت کو پوری پاکستانی آبادی کے 12% vote ملے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پاس majority vote نہیں تھا۔ ابھی کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ majority کی وجہ سے decisions لے رہا ہے۔ حقیقت یہ ہےکہ زیادہ تر لوگوں نے تو ووٹ ہی نہیں دیا۔ اس وقت youth ہی majority form کررہی ہے۔ ECP اور سیاسی

جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ انہیں educate کریں کہ ووٹ کیسے دینا ہے اور انہیں بتائیں کہ ان کا ووٹ کتنا important ہے۔

میں جب اپنی یونیورسٹی میں لوگوں سے پوچھتی ہوں کہ کیا اس مرتبہ آپ ووٹ دیں گے تو وہ بہت ہی فضول سا منہ بنا کر کہہ دیتے ہیں کہ نہیں، ہم ووٹ نہیں دیں گے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کو امید نہیں کہ ان کا ووٹ translate کرے گا یا پھر وہ یہ فیصلہ نہ کرپاتے کہ کس کو ووٹ دینا چاہیے۔ بنیادی طور پر education نہیں ہے کہ کس طرح ووٹ دینا چاہیے۔ اس لیے ان لوگوں کو utilize اور educate کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کام ECP اور سیاسی جماعتوں کو کرنا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے مختلف camps لگائیں، seminars conduct کریں اور ان لوگوں کو educate کریں کہ آپ نے ووٹ دینا ہے۔ اگر ان اقدامات سے ہمارا voter turnout پچھلے الیکشن سے 10% بھی بڑھ گیا تو بہت فائدہ مند رہے گا۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب حنین علی قادری صاحب۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب اسامہ محمود صاحب۔

جناب اسامہ محمود: شکریہ محترمہ ڈپٹی سپیکر صاحبہ۔ بلاشبہ issue تو بہت اچھا ہے، ان کا point of view بھی اچھا ہے لیکن اس resolution میں کافی confusion پائی جاتی ہے۔ الیکشن کمیشن کا تو as such کوئی role نہیں ہوتا کہ youth کو motivate کرے۔ ووٹ دینا فرض نہیں ہوتا بلکہ ایک اخلاقی ذمہ داری ہوتی ہے۔ Resolution کے حوالے سے میری یہ reservation ہے۔ بات بالکل genuine ہے، لوگوں کی moral responsibility ہے کہ انہیں ووٹ دینا چاہیے۔ سیاسی جماعتوں کو بھی motivate کرنا چاہیے لیکن اس معاملے پر کوئی قانون سازی تو نہیں ہوسکتی کہ 18 سال کا بندہ لازمی vote cast کرے۔ میرے خیال میں اس resolution کی language سمجھ میں نہیں آتی، انہیں اسے totally change کرنا چاہیے۔ شکریہ۔

Madam Deputy Speaker: The honourable Leader of the Opposition.

جناب طبریز صادق مری (قائدِ حزبِ اختلاف): میڈم سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں الیکشن کمیشن کی سب سے زیادہ responsibility بنتی ہے۔ میں ایک example quote کروں گا۔ پچھلے الیکشن میں ایک پولنگ اسٹیشن پر میں polling agent کے طور پر بیٹھا تھا، وہاں ایک لڑائی ہوئی جس میں لوگوں نے کلاشنکوفوں کا

استعمال کیا اور direct firing ہوئی۔ اگر ایسی جگہ کوئی Rangers تعینات کرسکتا ہے یا security دے سکتا ہے تو وہ الیکشن کمیشن ہی ہوسکتا ہے، کوئی سیاسی جماعت یا پھر کوئی private agency تو security provide نہیں کرسکتی۔ آپ جب safety provide کریں گے تو لوگ polling stations پر جائیں گے اور جاکر ووٹ بھی دیں گے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ وہاں پہنچ ہی نہیں پائیں گے تو ووٹ کیسے دیں گے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی اپنی جان کا risk لے کر وہاں جانا چاہے گا۔

میڈم سپیکر! Safety provide کرنا یا اسے ensure کرنا الیکشن کمیشن کا کام ہے۔ جہاں تک یہ بات کی گئی کہ الیکشن کمیشن کا motivate کرنے میں کوئی role نہیں بنتا تو یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔ الیکشن کمیشن کا بالکل role بنتا ہے کہ لوگوں کو safety provide کرے، لوگوں کو polling stations تک لے جانے کے لیے transportation provide کرے۔ یہ ساری چیزیں الیکشن کمیشن کی ذمہ داری میں شامل ہیں، اس لیے میرے خیال میں الیکشن کمیشن کا ایک role بنتا ہے۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب عبداللہ حماد ملک صاحب۔

جناب عبداللہ حماد ملک: میں اس resolution سے مکمل اتفاق کرتا ہوں۔ اس میں الیکشن کمیشن آف پاکستان کے role کی بات ہوئی ہے۔ میرے خیال میں الیکشن کمیشن کا واقعی role بنتا ہے۔ سیاسی جماعتوں پر بھی depend کرتا ہے کہ وہ کس طرح voter turnout increase کرتی ہیں۔ آپ دیکھیں کہ اس مرتبہ previous voter lists کے مقابلے میں youth کی تعداد بہت زیادہ ہوئی ہے۔

اس کے علاوہ بات یہ ہے کہ youth کو encourage کیا جاسکتا ہے۔ ہمیشہ دیکھا گیا ہے کہ تعلیمی اداروں میں politics کو discourage کیا جاتا ہے حالانکہ اس چیز کو encourage کرنا چاہیے۔ وزیرِ اعظم گیلانی صاحب جب آئے تھے تو انہوں نے student unions کو بحال کرنے کا اعلان کیا تھا، خیر اس کی implementation پوری طرح سے نہیں ہوسکی۔ آنے والے الیکشن میں جب youth کا voter turnout increase ہوگا تو وہ ملک کے future کو decide کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرے گا۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ ایلیا نوروز علی صاحبہ۔

محترمہ ایلیا نوروز علی: میں اس resolution کو پوری طرح support کرتی ہوں۔ میرا ایک point ہے کہ لوگوں میں vote casting کی اہمیت کے بارے میں شعور اجاگر کرنا اس وقت کی ضرورت ہے۔ میں صرف یہی point mention کرنا چاہتی ہوں۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ سراج میمن صاحب۔

جناب سراج دین میمن: میڈم! قرارداد میں "الیکشن کمیشن آف پاکستان" کا ذکر کیا گیا ہے۔ الیکشن کمیشن آف پاکستان کی یہ ذمہ داری نہیں کہ یوتھ کو کہے کہ آپ آکر ووٹ ڈالیں۔ ان کا کام 18 سال تک کے تمام لوگوں کو register کروادینا ہے۔ اب اگر کوئی ووٹ ڈالنے نہیں آتا یا حالات خراب ہیں تو یہ کام الیکشن کمیشن کا نہیں ہے۔ حالات ٹھیک کرنا وزارتِ داخلہ کا کام ہے، یہ حکومت کا کام ہوتا ہے کہ وہ حالات ٹھیک کروائے۔

دوسری بات، قرارداد میں political parties کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ آپ Political Parties Act پڑھ لیں، اس میں 18 سال سے 60 سال یا اس سے زیادہ کی عمر تک کوئی بھی شخص سیاسی جماعت میں شامل ہوسکتا ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ہماری یوتھ political activities میں شامل نہیں ہورہی۔ میرے خیال میں dynastic politics کی وجہ سے یوتھ سیاسی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لے رہی۔ اس لیے اس معاملے میں الیکشن کمیشن کا role نہیں ہے۔

جہاں تک اس resolution کا تعلق ہے تو اس میں context کچھ اور ہے اور جب بات کو explain کیا جاتا ہے تو وہ کچھ اور ہوتی ہے۔ کل بھی یہی دیکھا گیا کہ بات personal تھی جبکہ آدھے گھنٹے کے بعد پتا چلا کہ resolution کا نقطہ نظر کچھ اور ہے۔ میری ایوان کے ان تمام ارکان سے جو کوئی بھی resolution پیش کرتے ہیں، گزارش ہے کہ جو چیز آپ لکھ رہے ہیں، جب اس کو explain یا elaborate کریں تو اسی context میں بات کریں۔ آپ اس کو دوسری چیزوں کے ساتھ یا پھر دوسری ministries سے جوڑ دیتے ہیں تو یہ ٹھیک نہیں ہے۔

جہاں تک measures کی بات ہے تو idea بہت اچھا ہے۔ جہاں تک سیاسی جماعتوں یا پھر سیمینار کا تعلق ہے تو ہر سیاسی جماعت کا ایک یوتھ ونگ ہوتا ہے چاہے وہ ہماری dynastic political parties ہی کیوں نہ ہوں، "ن" لیگ ہو، پی پی پی ہو یا پھر پی ٹی آئی ہو، ہر

جماعت میں youth wings بنے ہوئے ہیں۔ بات صرف ہماری اپنی ہے، ہمیں awareness چاہیے کہ ہم ووٹ cast کرنے کے لیے جائیں۔ ہمارے اپوزیشن لیڈر صاحب نے کہا کہ ایک جگہ فائرنگ کا واقعہ ہوا، ظاہری بات ہے کہ ہمارا اخلاقی فرض ہے، ہمیں پیسے تو نہیں ملتے، بات یہ ہے کہ جان پیاری ہے یا ووٹ پیارا ہے۔ جس طرح کراچی یا فاٹا میں حالات چل رہے ہیں یا پھر ان کے حلقے میں اگر فائرنگ ہوئی تھی تو ظاہری بات ہے کہ وہ اپنی جان بچائیں گے نا کہ ووٹ دینے جائیں گے۔ اس قرارداد کا context totally different ہے اور یہ law and order situation سے relate کرتا ہے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب قائدِ حزبِ اختلاف صاحب۔

جناب طبریز صادق مری (قائدِ حزبِ اختلاف): میڈم سپیکر! میں اپنے محترم colleague کی بہت respect کرتا ہوں، میں ان کی باتوں سے agree کروں گا لیکن indirectly اگر دیکھا جائے تو الیکشن کمیشن کا again role بنتا ہے۔ اگر یہاں ہم بات کریں resolution کے point of view سے تو اس میں لکھا ہے کہ:

> "effective measures must be taken by both Election Commission of Pakistan and the Political Parties to engage the youth of Pakistan."

سوال یہ ہے کہ آپ engage کیسے کرسکتے ہیں؟ آپ ایک سے زیادہ طریقوں سے کرسکتے ہیں۔ آپ اگر یوتھ کے votes رجسٹر کررہے ہیں تو basically آپ اپنا role تو ادا کر ہی رہے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ یوتھ کو اس process میں engage بھی کررہے ہیں۔

دوسری بات، میں مانتا ہوں وزارتِ داخلہ implement کراتی ہے، الیکشن کمیشن کے زیرِ انتظام security forces نہیں ہوتیں لیکن اگر الیکشن کمیشن آف پاکستان کسی پولنگ سٹیشن کو حساس قرار دیتا ہے تو اس کے بعد اس جگہ زیادہ سخت security measures لیے جاتے ہیں۔ یہ ساری چیزیں الیکشن کمیشن ہی کرتا ہے اور اس طرح الیکشن کمیشن کا ایک role بنتا ہے۔

جہاں تک political parties کی بات ہے تو ان کا obviously ایک role بنتا ہے۔ آج ہمارے ملک میں کافی ایسی parties ہیں جو youth کو target کررہی ہیں۔ Youth constitutes the majority of population. اگر

آپ majority کو on board نہیں لیں گے تو جو بھی رائے آئے گی یا لوگ جس بھی نئی حکومت کو elect کریں گے، اس میں majority کی رائے شامل نہیں ہوگی۔ اس لیے political parties کی بھی نہ صرف ethical اور moral ذمہ داری بنتی ہے بلکہ ان کے لیے ضروری بھی ہے کہ وہ youth کو ساتھ لے کر چلیں۔ اگر youth کو ساتھ لے کر نہیں چلیں گے تو میرے خیال میں youth کا perspective نہیں آئے گا and then again we will be suffering like we have been in the past. بہت شکریہ۔

جناب توصیف احمد عباسی: میڈم سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جی۔

جناب توصیف احمد عباسی: شکریہ۔ میڈم سپیکر! میں ایک چیز کی طرف ایوان کی توجہ دلانا چاہ رہا ہوں۔ یہاں security کے point of view سے بات کی جارہی ہے، تو جہاں security کا مسئلہ ہوتا ہے وہاں تو already Rangers یا پولیس تعینات ہوتی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اس resolution پر کس طرح کی بحث کی جارہی ہے۔ دوسری بات، اس resolution کو اس context میں لینا چاہیے کہ جو youth ابھی تک unregistered ہے، اس کو register کریں۔ الیکشن کمیشن کو چاہیے کہ اس معاملے میں اپنا کردار ادا کرے۔ بہت شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ جی۔ جناب علی رضا۔

جناب علی رضا: میڈم سپیکر! مجھ سے پہلے speakers نے اس issue کو کافی elaborate کیا ہے، میں صرف ایک point of view پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پچھلے الیکشن میں ہمارا voter turnout تقریباً 45% رہا۔ ان لوگوں نے جو بات کی کہ youth کو engage کرنا چاہیے، تو جناب! اس میں آپ صرف youth کو کیوں mention کرتے ہیں، آپ females کو کیوں mention نہیں کرنا چاہتے؟ چونکہ ہم نے دیکھا کہ مردان کے کچھ areas میں پورے کے پورے گاؤں نے ووٹ دیے لیکن وہاں females کو allow نہیں کیا گیا۔ اگر یوتھ کو engage کرنا الیکشن کمیشن کی responsibility ہے تو الیکشن کمیشن کی یہ بھی responsibility ہے کہ females کو بھی awareness دی جائے۔

دوسری بات، ہماری urban اور rural آبادی کے درمیان بہت difference ہے۔ میں quote کرنا چاہوں گا احمد بلال محبوب صاحب کو کہ انہوں نے mention کیا تھا کہ rural areas میں youth کا یا لوگوں

کا urban areas ،voter turnout کے educated youth یا لوگوں کی نسبت زیادہ ہے۔ اس لیے یہ کہہ دینا کہ یہ الیکشن کمیشن کا کام ہے یا کسی دوسرے کا کام ہے، مناسب نہیں ہے۔ میرے خیال میں محض الیکشن کمیشن کو کہنے کی بجائے ایک multi-sector approach کو target کرنا چاہیے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب ظفر صدیق صاحب۔

جناب ظفر صدیق: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میڈم سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس resolution کی wording میں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ جہاں تک الیکشن کمیشن اور سیاسی جماعتوں کا تعلق ہے، اس کو طبریز مری صاحب نے بہت اچھی طرح explain کردیا ہے۔

میڈم سپیکر! پچھلے 65 سالوں میں پاکستان میں سات سے آٹھ general elections ہوئے اور ان کا average turnout 34% رہا۔ 34% ووٹ دینے والے لوگ یا تو مفادات کی بنیاد پر ووٹ دیتے ہیں، یا چوہدریوں کے کہنے پر دیتے ہیں یا پھر دھڑے کی بنیاد پر دیتے ہیں۔ ہمیں باقی کے 66% لوگوں پر focus کرنا چاہیے۔ ہمیں انہیں awareness دینی چاہیے کہ آپ کے ووٹ کی اہمیت ہے۔ اس کے لیے youth کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ اس وقت youth politics میں بہت involve ہے لیکن اس نے ٹھیکہ صرف سوشل میڈیا کا لیا ہوا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ صرف سوشل میڈیا سے ہی political change آئے گی۔ میرے خیال میں ایسا نہیں ہے۔ ہمیں عملی میدان میں آنا چاہیے اور لوگوں کو مختلف طریقوں سے aware کرنا چاہیے۔

میں کچھ recommendations بھی دینا چاہوں گا۔ ایک یہ ہے کہ ہماری زیادہ تر آبادی، تقریباً 70% آبادی rural areas میں رہتی ہے۔ ان کو aware کرنے کے لیے ہم جیسی یوتھ کو، جو urban areas میں رہتی ہے، rural areas میں جانا چاہیے۔ اگر حکومت اجازت دے تو جمعہ کی نماز کے وقت مولوی صاحب کے خطبے کے بعد ان کو پانچ سے دس منٹ ملنے چاہییں تاکہ لوگوں کو aware کیا جاسکے کہ آپ کے ووٹ کی کتنی اہمیت ہے۔ دوسری بات، حکومت یا الیکشن کمیشن ensure کروائے کہ میڈیا پر ہماری youth کو proper time دیا جائے۔ اس کے علاوہ یونیورسٹی، کالج اور سکول کی سطح پر seminars ہونے چاہییں۔ میرے خیال میں youth کا سب سے اہم کردار polling

day پر ہونا چاہیے- وہ door to door جائیں اور لوگوں سے کہیں کہ آئیں ووٹ دینے چلیں- شکریہ-

جناب سراج دین میمن: میڈم! میرا ایک point of clarification ہے- یہ motion ایسی ہونی چاہیے جس میں ایوان سے recommendation مانگی جائے کہ پورا ایوان effective measures کو discuss کرے کہ ہمارے youth کا پورا bulge جو ایک agency کے مطابق 64% بنتا ہے، اس کو ہم کیسے electoral process میں شامل کریں- اسے resolution کی صورت میں نہیں ہونا چاہیے بلکہ ایک motion کی شکل میں آنا چاہیے تاکہ ہم میں سے ہر کوئی اس پر تجاویز دے سکے- ہمارا بھی youth سے تعلق ہے تو بڑا ہی اچھا ہوتا اگر سب کی طرف سے تجاویز آتیں- شکریہ-

محترمہ ڈپٹی سپیکر: محترمہ اشنا احمد صاحبہ! آپ اس resolution کی language میں کوئی amendment propose کرنا چاہتی ہیں؟

محترمہ اشنا احمد: جی نہیں-

Madam Deputy Speaker: The honourable Prime Minister would like to say something.

جناب محمد ہاشم عظیم: شکریہ میڈم سپیکر- جس طرح سراج صاحب نے بات کی motion ہونا چاہیے تھا، میں بھی basically recommendations دینا چاہتا تھا- اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک topic ہمارے سامنے آیا ہے، اس پر پہلی مرتبہ debate ہورہی ہے اور یہ topic بہت زیادہ significance رکھتا ہے- میں بتانا چاہتا ہوں کہ بنیادی طور پر 85 million votes ہیں جو کہ زیادہ تر youth کے ہیں- وہ اس طرح کہ اگر ہم 18 سے 35 سال کے افراد کا parameter رکھیں، بنیادی طور پر ہم 25 سال تک consider کرتے ہیں لیکن اگر 18 سے 35 سال کا parameter رکھیں تو 85 ملین بنتے ہیں-

جہاں تک voters کو inspire کرنے کی بات ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہاں youth کی اپنی ذمہ داری بھی بنتی ہے- یوتھ خود اس چیز کو initiate کرے، خود political system کا حصہ بنے، لوگوں کو aware کرے اور جس طرح rural سے urban کی طرف ایک transformation ہے، ان کو political system کے بارے میں بتائے اور ووٹ cast کرنے کا طریقہ بتائے-

مجھے یاد ہے ہمارے پہلے سیشن میں سینیٹر ایس۔ ایم۔ ظفر صاحب نے ایک بات کی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ہماری یوتھ حکومت، سسٹم اور ساری روایات کو criticize تو بہت زیادہ کرتی ہے لیکن وہ ان چیزوں کا حصہ نہیں بنتی۔ ایک چیز ہے جس سے آپ اس ملک کو بدل سکتے ہیں، چاہے آپ کی کوئی بھی ideology ہو، کوئی بھی thinking ہو، کوئی بھی فلسفہ ہو سوچنے کا، چاہے آپ کسی بھی background سے تعلق رکھتے ہوں، جو بھی سیاسی جماعت آپ کو inspire کرتی ہے، میں یہاں تک کہتا ہوں کہ lesser evil لگتی ہے، جس کے ساتھ آپ سمجھتے ہیں کہ آپ attach ہوسکتے ہیں، مطلب آپ کی feelings یا thinking اس کے ساتھ ملتی ہے، تو آپ اسے join کریں اور اسے refine کریں۔ یہ بات سینیٹر ایس۔ ایم۔ ظفر صاحب نے ہماری یوتھ پارلیمنٹ کے پہلے سیشن میں کہی تھی کہ this is one of the best things which you can do for this country. آپ سیاسی جماعتوں کو join کریں، ان میں بہتری لائیں، ان میں transformation لائیں کیونکہ وہ developed ہیں۔

دوسری بات جو میں کہنا چاہ رہا تھا، basically اب ہم سب کو ایک ذمہ دار شہری کی حیثیت سے اپنی responsibilities پر غور کرنا چاہیے اور ہمیں practical politics کی طرف جانا چاہیے۔ جس طرح سوشل میڈیا کی بات ہوئی، ہم فیس بک پر، ٹویٹر پر messages کردیتے ہیں، ٹھیک ہے وہ بھی ایک اچھی بات ہے، وہ awareness کے لیے ضروری ہے لیکن اگر آپ نے کوئی عملی کام کرنا ہے تو آپ کو grass root level پر جانا ہوگا۔ آپ کو باہر نکلنا پڑے گا اور اس سیاسی جماعت کو جو آپ کو بہتر لگتی ہے، خواہ وہ بری ہی کیوں نہ ہوں، join کرنا پڑے گا۔ شکریہ۔

جناب حفیظ اللہ وزیر: میڈم! میں صرف ایک دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: آپ اپنا نام اتنا آخر میں کیوں بھیجتے ہیں۔

جناب حفیظ اللہ وزیر: میں پہلے نہیں بولنا چاہتا تھا لیکن بعد میں میرے ذہن میں خیالات آئے تو میں نے سوچا کہ کچھ بول لوں۔ آپ کو پتا ہے کہ فاٹا اور بلوچستان میں تعلیمی ادارے نہ ہونے کے برابر ہیں، جو تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ پھر settled areas میں

چلے جاتے ہیں۔ جب الیکشن ہوتے ہیں تو وہاں وہ لوگ vote cast کرتے ہیں جو ان پڑھ ہوتے ہیں۔ وہ لوگ cast base پر ووٹ ڈالتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے جو MNAs قومی اسمبلی میں پہنچتے ہیں، وہ پڑھے لکھے نہیں ہوتے۔ ان کو کسی بات کا پتا نہیں ہوتا کہ قومی اسمبلی میں کیا ہو رہا ہے۔ ہونا یہ چاہیے کہ فاٹا اور بلوچستان کے لوگوں کے لیے settled areas میں بھی پولنگ اسٹیشن قائم کیے جائیں تاکہ وہاں کی youth اور educated طبقہ بھی vote cast کرسکے۔

Madam Deputy Speaker: Let me put this resolution to the House for voting.

(The motion was carried)

Resolution: Opening of trade routes with Iran

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب ریحان بلوچ اور محترم سید شان حیدر ایک قرارداد اس ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں درخواست کروں گی ریحان بلوچ صاحب سے کہ اس قرارداد کا متن پڑھیں اور اپنے خیالات کا اظہار کریں۔

ملک ریحان بلوچ: شکریہ میڈم سپیکر۔ میں یہ قرارداد ایوان میں پیش کرتا ہوں:

> "This House is of the opinion that Government of Pakistan should open and resume all the blocked trade routes via Iran in order to ensure an era of economic prosperity and boosted economic growth in the country. Pakistan should put aside all the pressures that are from America and from other western countries pertaining to blockade of trade and good relationship with Iran. Moreover, it is need of the hour to have good and trusted relationship with the neighbour states. In addition, private sectors of both brother bordering countries can play vital role in developing relationship and holding exhibitions; exchanging trade delegations are crucial in this regard."

میڈم سپیکر! پاکستان انڈیا تعلقات اور پاکستان امریکہ تعلقات کے بارے میں ہم نے ایک پورا اجلاس رکھا تھا۔ وزیرِ

خارجہ صاحبہ نے ایوان میں اپنی پالیسی بھی پیش کی تھی لیکن بدقسمتی سے she failed to forward any foreign policy pertaining to Iran. ان کا stance, clear نہیں تھا اور وہ آج تک ہماری سمجھ میں نہیں آیا۔

میڈم سپیکر! پتا نہیں اس ایوان کو اس بات کا علم ہے یا نہیں کہ ایک سال سے پاکستان ایران سرحد بند ہے۔ اس سلسلے میں وزیرِ خارجہ یا وزیرِ تجارت کی جانب سے ابھی تک کوئی اقدام بھی نہیں کیا گیا۔ آج تک کسی نے اس معاملے کی طرف دھیان دینے کی کوشش نہیں کی۔ ان trade routes کے بند ہونے کی چند وجوہات ہیں، کچھ external pressure ہے جس میں امریکہ شامل ہے۔ امریکہ نے strictly forbid کیا ہے کہ آپ ایران کے ساتھ trade نہ کریں۔ اس کے ساتھ بلوچستان میں political situation اور law and order کا مسئلہ ہے۔ اس کے علاوہ ایک اہم مسئلہ sectarian killing کا بھی ہے۔ شیعہ اور سنی کی لڑائی کی وجہ سے بھی trade routes بند ہوگئے ہیں۔ بڑے trade routes میں تافتان، پنجگور اور گوادر شامل ہیں۔ اس کے ساتھ sea routes میں کراچی، جیوانی، گوادر اور اورماڑہ شامل ہیں۔ یہ تمام routes پچھلے ایک سال سے بند ہیں۔

میڈم سپیکر! میں کچھ facts and figures پیش کرنا چاہوں گا۔ سال 2009-12 تک اس routes سے ہونے والی تجارت کا حجم 1,221 ملین ڈالر تھا لیکن وہ decline کرکے 439 ملین ڈالر تک پہنچ گئی ہے اور مزید decline کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ جو چیزیں پاکستان ایران کو export کرتا ہے ان میں rice, fruit, chemical material metals other and fabric, cotton, product, شامل ہیں۔ یہ چیزیں پاکستان ایران کو export کرتا تھا لیکن آج trade routes کی بندش کی وجہ سے یہ ساری چیزیں رک گئی ہیں۔ اس کے علاوہ ایران سے ہم petrol وغیرہ import کرتے تھے، اس میں بھی کافی کمی آئی ہے۔

میڈم سپیکر! میں کچھ recommendations دینا چاہتا ہوں۔

1. Opening of trade corridor as soon as possible.
2. Facilitation of movement of goods and passengers.
3. Law and order.
4. Ensuring the safety of goods and passengers and avoiding unnecessary delays during the transit traffic.

5. Cooperation and coordination in the efforts to avoid the incidents of custom fraud and tax evasion.
6. Organizing necessary administrative affairs dealing with transit traffic.
7. Visa simplification and liberalization.
8. Railway transportation.

میڈم! یہ جو oil and petrol کا معاملہ ہے، اس کو ہم نے آج تک smuggling کا status دیا ہوا ہے، اسے legal status دینا چاہیے۔ وزیرِ خارجہ کو چاہیے کہ اپنی پالیسی واضح کریں اور ایوان میں as soon as possible پیش کریں۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: سید شان حیدر صاحب۔

سید شان حیدر: میڈم سپیکر! میرے colleague نے کافی اچھے طریقے سے اس resolution کی وضاحت کردی ہے، میں چند باتیں add کرنا چاہوں گا۔ پاک ایران تجارت نہ ہونے کی وجہ، بلوچستان میں instability ہے۔ اس کے علاوہ UN sanctions کی وجہ سے بھی trade میں کافی کمی آئی ہے۔ ہمیں سب سے پہلے بلوچستان میں instability اور insurgency پر قابو پانا چاہیے۔ اس سلسلے میں ہماری حکومت کو اقدامات کرنے چاہییں تبھی یہ feasible ہو پائےگا۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: محترمہ انعم سعید صاحبہ۔

محترمہ انعم سعید: میں قرارداد پیش کرنے والوں کی بات سے کافی حد تک agree کرتی ہوں کہ this is a very important avenue of trade for us مگر شاید وہ اس بات سے ناواقف ہیں کہ ایران سے جب ہماری trade ہوتی تھی تو drug trafficking بھی ایران کے through ہی ہوتی تھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ بڑی آسانی سے ہم کہہ دیتے ہیں کہ we should ignore the pressure of United States. آپ دیکھیں کہ گیس پائپ لائن کے معاملے پر ہمیں ان کی طرف سے خاصا pressure آیا ہے اور USAID کی طرف سے بھی threaten کیا گیا ہے، اگر ہم trade start کرتے ہیں تو can you imagine what sort of situation will Pakistan have to face in terms of trade with the United States of America.

اگر وہ کہتے ہیں کہ trade completely بند ہوگئی ہے تو ابھی بھی exhibitions کے لیے، small and medium enterprises کے avenues

ایران کے ساتھ تجارت کے لیے open ہیں۔ Please keep these three points in mind. Thank you.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب عمر رضا صاحب۔

جناب عمر رضا: میڈم! میں اس resolutionکی حمایت کرتا ہوں۔ اگر ہم اپنے ہمسایے اور روایتی دشمن بھارت کے ساتھ تجارت کرسکتے ہیں تو مسلمان ہونے کے ناتے اپنے اس ہمسایے سے کیوں نہیں کرسکتے جس کے ساتھ ہمارا مذہبی رشتہ بھی ہے۔ ہمارے نبی نے بھی فرمایا ہے کہ ہمسایوں کے حقوق تم پر لازم ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنے حقوق تو معاف کرسکتا ہوں لیکن حقوق العباد معاف نہیں کرسکتا۔ چونکہ وہ انسان ہیں، ان کے ہم پر کچھ حقوق بھی ہیں اور وہ ہمارے ہمسایے بھی ہیں تو میں چاہوں گا کہ ہماری ایران کے ساتھ تجارت فوراً بحال کی جائے۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب محمد سہیل صاحب۔

جناب محمد سہیل: شکریہ میڈم سپیکر! ہمارے ساتھیوں نے ایک بہت اچھی قرارداد اس ایوان میں پیش کی ہے۔ میں اسے مکمل طور پر support کروں گا۔ ایک بات ہماری Blue Party کی محترم رکن نے کہی کہ ایران کے ساتھ ہماری trade میں بہت سا حصہ drugs کا تھا۔ میں انہیں یاد دلانا چاہوں گا کہ سب سے زیادہ پاکستان سے drugs کا trade افغانستان کے ذریعے ہوتا ہے۔ یہ کام under the table ہے اور اس کا کوئی record نہیں ہے۔ تو کیا آپ افغانستان کے ساتھ trade ختم کرلیں گے؟ دوسری بات، انڈیا سے بھی پان، گٹکا اور دوسری چیزیں آتی ہیں تو کیا آپ اس وجہ سے پاکستان انڈیا تجارت ختم کردیں گے؟ مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ ایران کے ساتھ trade کے لیے اس چیز کی کیا logic ہے۔

دوسری بات، میں بتانا چاہوں گا کہ ایران کے ساتھ تجارت میں ہماری agricultural exports شامل ہیں۔ میں سرگودھا سے تعلق رکھتا ہوں، وہاں کی سب سے بڑی پیداوار citrus fruits ہیں جو export کیے جاتے ہیں۔ سرگودھا میں پیدا ہونے والا پھل زیادہ تر ایران کو export کیا جاتا ہے۔ پچھلے سال بھی سرگودھا کے کاشتکاروں اور small industries کا بہت زیادہ نقصان ہوا اور اس کی بنیادی وجہ ایران کے تجارتی routes کی بندش تھی۔ اگر آپ

اپنے rice and citrus exporters کو اس level پر facilitate نہیں کریں گے تو پھر کب کریں گے؟

میں اس بات کا بھی لازماً ذکر کرنا چاہوں گا کہ smuggling کو بلاشبہ روکنا چاہیے اور اس کی وجہ سے legal اور legitimate trades کو ہرگز بند نہیں ہونا چاہیے- بہت شکریہ-

Miss Anam Saeed: Can I raise a point of order in order to clarify what he was trying to say?

Madam Deputy Speaker: Yes, please.

Miss Anam Saeed: He is saying that drug trafficking is taking place through Afghanistan. I would clarify that the route is Afghanistan to Pakistan, then to Iran and from Iran to Russia, China and USA. That is the exact trade route he is mentioning.

پاکستان سے جو 210 ٹن منشیات کی trafficking ہوتی ہے، اس میں سے 100 ٹن یعنی نصف ایران کے ذریعے ہوتی ہے-

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب حماد ملک صاحب-

جناب محمد حماد ملک: شکریہ میڈم سپیکر- میرے دوست رکن نے ایک بہت اچھی قرارداد ایوان میں پیش کی- ایران ہمارا برادر اسلامی ملک ہے- پاکستان کو سب سے پہلے تسلیم بھی اسی نے کیا جبکہ ہم اسی کے ساتھ trade بند کر کے بیٹھے ہوئے ہیں- ہم نے تمام ممالک کے ساتھ تجارت بڑھانے کی باتیں کیں، ہم انڈیا سے بات کرتے ہیں، چین کے ساتھ ہماری بہت زیادہ trade ہے، افغانستان فی الحال اس نوعیت پر نہیں ہے کہ ہم اس کے ساتھ بہت زیادہ trade کریں لیکن ایران ایک ایسا ملک ہے جہاں زیادہ political instability بھی نہیں ہے، نہ وہاں پر militancy ہے- ہم نے اس کے ساتھ تجارت کچھ وجوہات کے باعث بند کی ہوئی ہے کیونکہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہاں سے ہمارے مخالف لوگوں کے لیے support آتی ہے- آپ اگر trade بند کریں گے تو کیا ہوجائے گا؟ Support تو ویسے بھی آئے گی-

سوال یہ ہے کہ اس تجارت کے بند ہونے سے نقصان کیا ہوا؟ جیسا کہ میرے ساتھی نے بات کی، میں بھی کہوں گا کہ ہمارے سرگودھا کے citrus fruit کے شعبے کو اس سے بہت نقصان ہوا- اس کے علاوہ دوسری چیز یہ ہے کہ ہم باہر کے ممالک سے جتنا بھی تیل درآمد کرتے ہیں، ان میں ایران شامل نہیں ہے- ایران ہمارے

بالکل ساتھ واقع ہے۔ ہم نے ان سے گیس کا معاہدہ کیا لیکن ابھی تک ہم اس پر مکمل عمل درآمد نہیں کرسکے۔ پانچ چھ سال ہوچکے ہیں، گیس پائپ لائن تقریباً completion کے قریب ہے لیکن ہم اس فیصلے پر ہی نہیں پہنچ پارہے کہ ایران سے گیس لینی ہے یا نہیں۔ اس طریقے سے ہمارے ملک کو نقصان پہنچایا جارہا ہے۔

ہمارے ملک میں ایک عام بات لوگ discuss کرتے تھے کہ ایرانی petrol سستا ملتا ہے۔ ابھی بھی آپ اگر پشاور چلے جائیں، میرا personal experience ہے، اگر آپ کا عام پیٹرول 106 روپے لیٹر ملتا ہے تو ایرانی پیٹرول 30 روپے لیٹر کے حساب سے ملے گا۔ جو چیز smuggle ہورہی ہے، اگر آپ اسے قاعدے اور قانون کے تحت لے آئیں اور حکومت بےشک اس پر تھوڑا بہت ٹیکس بھی لے تو حکومت کو بھی فائدہ ہوگا اور عوام کو بھی۔ اس طریقے سے لوگوں کو ایک سستا ذریعہ میسر آجائے گا۔

جہاں تک میری ایک ساتھی نے smuggling کی بات کی تو میرے خیال میں تجارت کا smuggling سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ Smuggling کو آپ دوسرے طریقے سے counter کرتے ہیں۔ تجارت بحال ہونے سے شاید اس میں کچھ کمی واقع ہو کیونکہ عوام باقی چیزوں کی تجارت میں لگ جائیں گے۔ جب آپ trade مکمل طور پر بند کرتے ہیں تو وہ لوگ جو سرحد کے قریب رہتے ہیں اور trade یا export کا کرتے ہیں تو وہ اپنے روزگار کے لیے کچھ بھی کرسکتے ہیں۔ ان کو جو بھی کام ملے گا وہ کریں گے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: محمد عتیق صاحب۔

جناب محمد عتیق: شکریہ میڈم سپیکر۔ یہاں میں کچھ چیزیں ground realities کے حوالے سے بتانا چاہوں گا کہ ہماری ایران کے ساتھ تجارت یا border کی صورتحال کشیدہ کیوں ہے۔ جب ہم امریکہ پر heavily dependent ہیں اور loan بھی لیتے ہیں تو پھر terms and conditions کے تحت ہی کچھ چیزیں لینی اور دینی پڑتی ہیں۔ بہر حال، اس وقت پاکستان کی سب سے زیادہ trade امریکہ کے ساتھ ہے۔ ان کی طرف سے پھر یہ sanctions ہوتی ہیں کہ آپ نے ہماری صوابدید سے پہلے ایران کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں کرنا۔ اس معاہدے تک ہم اس طرح سے پہنچ سکتے ہیں، اگر ہم South Asia کو strengthen کرنا چاہتے ہیں، ایران کو بھی بیچ میں لانا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی

industry کو grow کرنا ہوگا تاکہ اپنے GDP میں اضافہ کریں اور مزید loans سے بچ سکیں۔

اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ west سے economic powers, east کی طرف shift ہورہی ہیں۔ مستقبل کے agenda کو دیکھتے ہوئے بہرحال ہمیں پڑوسی ممالک کے ساتھ تعاون کو فروغ دینا ہوگا۔ East جو powerful ہورہا ہے، مشرقی ایشیا، جاپان، چین اور ملائیشیا کی صورت میں، اس سلسلے میں future agenda کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں تعلقات کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ جب ہم اپنی industry کو grow کریں گے تو تب ہی اپنے پاؤں پر کھڑے ہوسکیں گے اور اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ تجارت کو فروغ دے سکیں گے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب محمد وقار صاحب۔

جناب محمد وقار: ایک چیز کی clarification کے ساتھ میں اپنی بات آگے بڑھانا چاہوں گا۔ یہاں trade routes کی suspension کو trade suspension سے تشبیہ دی جارہی ہے جو کہ بالکل غلط ہے۔ اس وقت trade routes بند ہیں جبکہ trade بند نہیں ہے۔ We are living in a global village تو ہم مکمل طور پر trade بند نہیں کرسکتے۔ میرے چند دوستوں نے drug trafficking کے بارے میں بات کی۔ میں کہوں گا کہ کچھ anti-Pakistan elements کے cross border operations کی وجہ سے بھی یہ routes بند کیے گئے۔ اس کے علاوہ وسط ایشیائی ریاستوں سے ہمارے تعلقات کی وجہ سے اور خصوصاً چین میں، جہاں ان کے مسلم اکثریتی علاقے میں کچھ فسادات ہوئے تھے جس کی وجہ سے پاکستان چین سفارتی تعلقات tension کے level تک جاپہنچے تھے، ان operations کو روکنے کے لیے بھی چند ایک routes کا for security reasons بند ہونا ضروری ہے۔

مزید یہ کہ ان معاملات کو صرف پاکستان اور ایران کے level پر نہ دیکھا جائے، کچھ material interests ہوتے ہیں اور کچھ diplomatic interests ہوتے ہیں۔ ہم international forums کے against جاکر صرف اپنی من مانی نہیں کرسکتے کیونکہ اس وقت ہماری diplomatic position اتنی مضبوط نہیں ہے۔ اس لیے میں کہوں گا کہ ground realities کو realize کیا جائے اور محض سرسری چیزوں پر بات نہ کی جائے۔ شکریہ۔

Madam Deputy Speaker: The honourable Minister for Foreign Affairs and Defence, Miss Shaheera Jalil Albasit.

محترمہ شہیرہ جلیل الباسط (یوتھ منسٹر برائے امورِ خارجہ اور دفاع): میڈم سپیکر! ایک opinion یہ generate ہوا ہے کہ پاکستان کو ایران کے ساتھ تمام blocked trade routes باوجود اس سب pressure کے جو ہم پر آرہا ہے، reopen کردینے چاہییں۔ اس سلسلے میں، میں کہوں گی کہ جو diplomatic pressure ہم پر assert ہوتا ہے، یہ صرف USA کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ یہ پوری international community on the whole کی طرف سے ہے۔ جیسا کہ ابھی ایک معزز رکن نے mention کیا، میں بھی وہی بات کروں گی کہ ہماری اس وقت اتنی diplomatic strength strong نہیں ہے کہ ہم اپنے اوپر پڑنے والے تمام international pressure کو set aside کردیں اور یہ کہہ دیں کہ جی ایران کے ساتھ تمام trade routes open کردیتے ہیں اور برادرانہ تعلقات کو فروغ دیا جائے گا۔

میڈم سپیکر! میں اس reference میں ایک بات quote کرنا چاہوں گی کہ ستمبر کے پہلے ہفتے میں کینیڈا نے اپنے ملک میں "تہران ایمبیسی" کو بند کردیا اور تمام Iranian diplomats کو تین وجوہات کے باعث expel کیا۔ پہلی وجہ یہ تھی کہ چونکہ ایران، شام کو support کرتا ہے جبکہ کینیڈا اس چیز کو international community کی وجہ سے despise کرتا ہے۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ ایران، اسرائیل کو threats دیتا ہے جبکہ کینیڈا اس چیز کو بھی international community کے pressure کی وجہ سے despise کرتا ہے۔ تیسری وجہ ایران کا nuclear program ہے جو کہ all the more debatable ہے۔ ان وجوہات کے باعث کینیڈا، ایران کے ساتھ اس قسم کے biased relationships رکھتا ہے۔ لہٰذا، ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسے تعلقات کی سب سے بڑی وجہ international community ہے۔

میں چاہوں گی کہ اس resolution میں سے ایک sentence کو expunge کیا جائے کہ:

> "Pakistan should put aside all the pressures that are from America and from other western countries pertaining to blockade of trade and good relationship with Iran."

اس جملے کو expunge کیا جائے کیونکہ یہ بات کہنا، ایک ideal situation یا ایک bubble create کرتا ہے جس پر کافی بحث ہمارے ایک گزشتہ session میں ہوچکی ہے جب ہم پاکستان امریکہ تعلقات کو discuss کررہے تھے کہ diplomatically یہ ممکن نہیں ہے۔

اپنی بات کو conclude کرتے ہوئے، میں کہوں گی کہ ایسا perception قائم نہیں ہونا چاہیے کہ ہم پاکستان ایران تجارت اور آپس میں economic collaboration کے against بات کررہے ہیں۔ میں clear کردینا چاہتی ہوں کہ حال ہی میں 13 ستمبر کو ایک development ہوئی ہے، تہران چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری، معدنیات اور زراعت اور لاہور چیمبر آف کامرس اینڈ انڈسٹری، دونوں کے Presidents نے ایک joint statement دیا ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ پاکستان اور ایران کے mutual trade میں اتنی capacity ہے کہ وہ تین سے چار ارب ڈالر تک پہنچ سکتا ہے۔ اسی کی روشنی میں دونوں Presidents نے ایک memorandum of understanding sign کیا ہے۔ اس MoU کے تحت دونوں chambers آپس میں resources exchange کرسکیں گے، business delegations کو اور business ideas کو exchange کرسکیں گے۔ اس resolution کی جو آخری line ہے جس میں exhibitions اور exchange of trade delegations کی بات کی گئی ہے، تو حقیقت میں یہ پیش رفت اس کی favour میں جاتی ہے۔

یہ دو باتیں تھیں جو میں House کے ساتھ share کرنا چاہتی تھی۔ وہ جو میں نے اس "قرارداد" کے ایک sentence کے بارے میں آپ سے request کی، اس سے متعلق movers سے پوچھ لیں اگر وہ expunge کرنا چاہیں تو کردیں۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جی ریحان صاحب۔

جناب ملک ریحان: میڈم سپیکر! اصل میں ہم لوگ fool's paradise میں رہ رہے ہیں۔ ہم sovereignty اور برابری کی بات کرتے ہیں۔ کیوں ہم لوگوں نے external pressure کو سر پر چڑھایا ہوا ہے؟ ہم independent foreign policy کی بات کیوں نہیں کرتے؟ ہم آزادانہ تجارت کی بات کیوں نہیں کرتے؟

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب قائدِ حزبِ اختلاف۔

جناب طبریز صادق مری (قائدِ حزبِ اختلاف): میں ایوان کی توجہ اس resolution کی طرف مبذول کروانا چاہوں گا جسے ہم نے

دوسرے اجلاس میں unanimously pass کیا تھا- اس میں ہم نے کہا تھا کہ when it comes to Pakistan Iran relations ہم کوئی بھی external pressure نہیں لیں گے- یہ قرارداد اس ایوان سے unanimously pass ہوئی تھی- اگر اب ایوان کے کچھ اراکین اپنی بات سے backtrack کررہے ہیں تو ان کے لیے شرم کی بات ہے-

جہاں تک repercussions یا بیرونی دباؤ کا تعلق ہے تو یہ دباؤ صرف پاکستان پر apply نہیں ہوتے، یہ دوسرے ملکوں پر بھی apply ہوتے ہے- انڈیا کو امریکہ نے منع کیا کہ oil import کرنا بند کردیں تو کیا انڈیا نے امریکہ کے کہنے پر oil import کرنا بند کردیا؟ کیا چین نے ایران سے oil import کرنا بند کردیا؟ صرف ہم کیوں pressure لیں؟ جب international community کے دوسرے ممالک امریکہ کو abide نہیں کررہے، although I understand کہ ان کی diplomatic position ہم سے کافی حد تک strong ہے، میں یہ بھی مانتا ہوں کہ ان کی economic situation بھی ہم سے کافی زیادہ strong ہے، لیکن آپ کے پاس ایک ایسی چیز ہے جو انڈیا اور چین کے پاس نہیں ہے اور وہ آپ کی strategic location ہے- آپ اپنی بات منوانے کے لیے اس strategic location کو کافی حد تک استعمال کرسکتے ہیں- امریکہ کو اس خطے میں شاید اس وقت انڈیا یا چین کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی اس کو پاکستان کی ضرورت ہے- ضروری نہیں کہ جب آپ negotiate کرنے کے لیے table پر بیٹھیں تو ہمیشہ orderلیں- آپ جب negotiate کرنے بیٹھیں تو پھر negotiate کریں اور sovereignty کی primary definition بھی یہ ہے کہ معاملات میں کسی دوسرے کی involvement نہ ہو- اگر ہم external pressures کو مان کر، ان کے تحت اپنے قومی مفادات سے backtrack کرتے ہیں تو ہمیں کوئی حق نہیں ہے کہ ہم اپنے آپ کو ایک sovereign nation کہلوائیں- شکریہ میڈم سپیکر-

محترمہ ڈپٹی سپیکر: قرارداد پیش کرنے والے ارکان سے میں پوچھنا چاہوں گی کہ منسٹر صاحبہ نے ایک amendment propose کی تھی، کیا آپ اس سے agree کرتے ہیں؟

(اراکین نے جواب دیا کہ "نہیں")

Madam Deputy Speaker: So, let me put this resolution to the House for voting.

(The motion was carried)

Resolution: Investigation of tragic fire incidents in Lahore and Karachi

Madam Deputy Speaker: Miss Anam Mohsin, Mr. Muhammad Amir Khan Khichi, Mr. Tauseef Ahmed Abbasi and Mr. Ahmed Numair Farooq would like to move a resolution. I would request Miss Anam Mohsin to kindly read out the legislation.

Miss Anam Mohsin: I would like to move the following resolution:

> "This House is of the opinion that alarming and tragic fire incidents in Lahore and Karachi should be investigated as an utmost priority and also the House demands on a very serious note for the Government of Pakistan to formulate an industrial safety department in the Government sector to be responsible for regular safety tests of the industrial sector."

Madam Speaker, I would like to state that indeed the tragic incidents happened in Lahore and Karachi, are very saddening. These incidents show how much the labour sector and the safety measure departments in Pakistan are weak that they cannot function in order to regulate the safety of the labourers. Therefore, as the resolution suggests, we demand that the incidents should be investigated in order to regulate the lapse of functions by the concerned departments. Moreover, an industrial safety department should also be established, so that precious lives cannot be harmed or lost in such a way. Thank you.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب محمد عامر خان کھچی صاحب۔

جناب محمد عامر خان کھچی: شکریہ میڈم سپیکر۔ میں اس ایوان کی توجہ پچھلے دنوں بلدیہ ٹاؤن میں واقع ایک فیکٹری میں پیش آنے والے واقعے کی طرف دلانا چاہوں گا جس میں 250 سے زائد افراد لقمہ اجل بن گئے۔ This is a very tragic issue. صورتحال آپ کے سامنے ہے کہ اتنے لوگ فیکٹری میں زندہ جل گئے لیکن حکومت کی طرف سے سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا گیا۔ مجھے تو حیرت ہے کہ اتنا بڑا واقعہ ہوا لیکن مرنے والوں کے لواحقین سے console کرنے کے لیے نہ صدرِ پاکستان وہاں گئے اور نہ وزیرِ اعظم صاحب۔ صرف empty slogans پیش کیے گئے کہ ہم compensation دیں گے یا inquiry initiate کروارہے ہیں۔ آج تک کوئی practical steps نہیں

لیے گئے- ماضی میں اس قسم کے جتنے بھی tragic incidents ہوئے، پچھلے مہینے لاہور میں بند روڈ پر بھی ایک واقعہ ہوا تھا جس میں 20 سے زائد افراد زندہ جل گئے تھے، اس پر بھی وہی empty slogans سننے کو ملے کہ جی investigation ہورہی ہے اور اسے ہم public کے سامنے لے کر آئیں گے لیکن آج تک ہمیں پتا نہیں چلا کہ ان لوگوں کا کیا بنا اور اس واقعے کی کیا وجوہات تھیں-

میں کل ایک review پڑھ رہا تھا، اس میں لکھا تھا کہ سندھ ہائی کورٹ کے suo motu action کے نتیجے میں سامنے آنے والی initial report کے مطابق اس واقعے کی بنیادی وجہ Labour Department میں کرپشن ہے- اسی Department کے تحت تمام industries آتی ہیں اور safety of labour بھی آتی ہے- فیکٹریوں اور انڈسٹری والے Labour Department کو monthly دے دیتے ہیں، جس کے نتیجے میں نہ وہاں کوئی safety measures check کرتا ہے اور نہ ہی check کیا جاتا ہے کہ آیا یہ انڈسٹری industrial area میں کام کررہی ہے یا پھر کسی residential area میں موجود ہے-

دوسری بات میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر investigations ہوتی بھی ہیں تو اس میں powerful lobbies اور powerful pressure groups کو protect کیا جاتا ہے- اس میں unfortunately کچھ state institutions بھی involve ہوتے ہیں- اس کے علاوہ ان معاملات میں leniency سے کام لیا جاتا ہے جبکہ actual cause یا problem کو نظر انداز کردیا جاتا ہے-

میں ایوان کے سامنے یہ تجویز رکھوں گا کہ Labour Department پر کڑی نظر رکھی جانی چاہیے جبکہ ان واقعات کے ذمہ داران کے خلاف سخت کارروائی ہونی چاہیے- جہاں تک industrial safety department کی بات ہے، اس پر بھی غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے- شکریہ-

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ- جناب توصیف احمد عباسی صاحب-

جناب توصیف احمد عباسی: بہت شکریہ میڈم سپیکر- مجھ سے پہلے لوگوں نے اس issue کو کافی elaborate کردیا ہے، میں صرف ایک دو points add کرنا چاہوں گا-

بنیادی طور پر لاہور اور کراچی میں ہونے والے incidents بہت sad تھے- ان میں صرف تین سو مزدوروں کی جانیں ہی ضائع نہیں

ہوئیں بلکہ ان کی families بھی متاثر ہوئیں اور ان کا روزگار چھن گیا- ان واقعات کے پیچھے کیا وجوہات ہیں؟ میرے خیال میں دو تین وجوہات ہوسکتی ہیں- پہلی بات ، ایک factory owner جو ایک فیکٹری کی بنیاد رکھتا ہے، پھر اس کو ترقی دے کر ایک مقام تک لے کر جاتا ہے، تو یہ ہو نہیں سکتا کہ آخر میں وہ اپنی فیکٹری کو خود ہی آگ لگا دے-

میڈم سپیکر! دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ کوئی sudden fire erupt ہوگئی ہو- تیسرا یہ ہوسکتا ہے کہ جیسے کراچی میں بھتہ خور فیکٹریوں سے مہینہ وار وصولی کرتے ہیں یا non state actors انڈسٹری کو disturb کرنے کے لیے ایسا کرتے رہتے ہیں- بنیادی طور پر یہ چیزیں اس وجہ سے prevail کرتی ہیں کہ ہمارے حکومتی ادارے، ہماری انڈسٹری پر اس طرح focus نہیں کررہے جس طرح انہیں کرنا چاہیے-

میڈم سپیکر! ہماری انڈسٹری، ہماری economy کے لیے ایک بہت بڑی strength ہے- اگر ہم نے اسے بہتر کرنا ہے تو اس پر توجہ دینا ہوگی- آپ دیکھیں کہ آج ہماری انڈسٹری کو نہ گیس مل رہی ہے اور نہ بجلی- ان وجوہات کے باعث ہماری انڈسٹری shift ہورہی ہے، کچھ بنگلہ دیش جارہی ہے تو کچھ جاپان اور چین- کہنے کا مقصد یہ ہے کہ بچی کھچی انڈسٹری کو اگر آپ بچانا چاہتے ہیں تو ایسے departments بنائے جائیں، جو ان کو security provide کریں، جو ان پر check and balance رکھیں اور جو ان کی monitoring کریں-

میں آخر میں کہوں گا کہ اس طرح کے تمام واقعات کو investigate کرنا چاہیے اور وجوہات public کے سامنے لائی جانی چاہییں تاکہ آئندہ ایسے واقعات سے بچا جاسکے- شکریہ-

Miss Anum Zia: Point of order. I didn't want to interrupt him because it looks rude, so I was just waiting.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے-

محترمہ انعم ضیا: میں صرف ان کے علم میں اضافہ کرنا چاہوں گی- کئی industrialists ٹیکس سے بچنے کے لیے اپنی industry میں آگ لگاتے ہیں جبکہ معزز رکن کا کہنا ہے کہ ایسا نہیں ہوسکتا- شکریہ-

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب احمد نمیر فاروق صاحب۔ نہیں ہیں۔ جناب تیمور شاہ صاحب۔

جناب توصیف احمد عباسی: میڈم سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ مجھے اس industry والے کا نام بتادیں جو اپنی کروڑوں اور اربوں کی انڈسٹری کو آگ لگادے صرف اس لیے کہ اسے compensation مل جائے گی۔

محترمہ انعم ضیا: یہ میری personal observation ہے، میں نے خود دیکھا ہے۔

جناب توصیف احمد عباسی: چلیں کوئی بات نہیں۔ آپ کا اچھا point of view ہے۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: میں دونوں سے request کروں گی کہ آپ لوگ براہِ مہربانی تشریف رکھیں۔ تیمور شاہ صاحب نہیں ہیں۔ حسیب احسن صاحب۔

جناب محمد حسیب احسن: میڈم سپیکر! سب سے پہلے تو میں اس بات پر شرمندہ ہوں کہ پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ ہوا جبکہ ہمیں آج یاد آرہا ہے۔ ہمیں تو کل ہی اس واقعے کو discuss کرنا چاہیے تھا۔ ہم نے اس پر resolution جمع کروائی اور ہماری طرف سے کچھ reservations بھی تھیں لیکن یہ بات بہرحال خوش آئند ہے کہ یہ قرارداد حکومت کی طرف سے آگئی ہے۔

سب سے پہلے تو میں اس واقعے پر اظہارِ افسوس کرتا ہوں۔ بلاشبہ یہ بہت افسوس ناک واقعہ ہے۔ لاہور میں ہونے والے واقعے کے بارے میں تو میں صحیح طرح بتا نہیں سکتا لیکن کراچی میں ہونے والے واقعے سے متعلق کہنا چاہوں گا کہ پاکستان کی تاریخ کا ایک اہم واقعہ ہے جبکہ دنیا کی تاریخ کا دسواں بڑا آتش زدگی کا واقعہ ہے۔ میں نے اس فیکٹری کا visit کیا اور حقائق جاننے کی کوشش کی کہ کن وجوہات کی بنا پر آتش زدگی ہوئی۔ اس ایوان میں ابھی تک صرف اظہارِ افسوس کیا گیا ہے یا آگ لگنے کی reasons بتائی گئی ہیں، کوئی way forward نہیں بتایا گیا۔

میرے خیال میں سب سے پہلے اس کی ذمہ داری S.I.T.E. Association پر عائد ہوتی ہے۔ ان کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ کسی بھی جگہ قائم کی جانے والی فیکٹری کی feasibility کا جائزہ لیں۔ اگر اس معاملے میں feasibility تھی تو اس فیکٹری کو رجسٹر

کیوں نہیں کیا گیا؟ دوسرے نمبر پر ذمہ داری Karachi Building Control Authority (KBCA) پر عائد ہوتی ہے۔ ان کی یہ ذمہ داری ہے کہ انہوں نے map issue کرنا ہوتا ہے۔ ایوان میں بالکل ٹھیک بات کی گئی کہ وہاں کرپشن کا بازار گرم ہے۔ اس کے علاوہ اس واقعے کی ذمہ داری Civil Defence, Labour Ministry, Environmental Protection Agency and Labour Unions تمام پر عائد ہوتی ہے۔

اس کے علاوہ ہمارے سابق dictator نے 2003 میں ایک کام یہ کیا کہ electric inspection کو بھی ban کردیا۔ ان کے کسی منظورِ نظر نے ان کو بتایا ہوگا کہ چونکہ یہاں بہت زیادہ کرپشن ہورہی ہے تو انہوں نے کہا کہ اس کو ban ہی کردو۔ انہوں نے سوچا کہ مسئلے کا یہی صحیح حل ہے۔ 2003 سے آج تک یہ inspection ban ہے۔ پنجاب اور سندھ میں کل پانچ inspection teams ہیں جو ساری کی ساری کام نہیں کررہیں۔

مذکورہ بالا واقعے سے پہلے بھی کراچی کی اس فیکٹری میں تین مرتبہ آگ لگ چکی ہے جبکہ ایسا لگتا ہے کہ انتظار کیا جارہا تھا کہ زیادہ آگ لگے تو پھر ہی کوئی action لیا جائے۔ اس کے علاوہ ایک اور بات جو اہم ہے، اس فیکٹری میں 1500 مزدور کام کرتے تھے۔ فیکٹری کے مالک نے کہا کہ وہ ہر چیز کو face کریں گے، چاہے اس واقعے کی تحقیقات کے لیے judicial commission بنے، وہ اسے بھی face کریں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ان کے جتنے بھی employees کو نقصان پہنچا، وہ انہیں compensate کردیں گے۔ ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ فیکٹری کے مالک بڑے عقلمند ہیں کیونکہ انہیں اس بات کا پتا ہے کہ فیکٹری میں ان کے 1500 ملازمین کام کررہے ہیں جبکہ EOBI کے پاس صرف 150 registered ہیں۔ اگر 150 ملازمین کو پیسے ملیں گے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ باقی 1350 ملازمین کا کیا بنے گا، وہ کہاں جائیں گے؟ یہ معاملہ ٹھیکہ سسٹم کے تحت چل رہا ہے، کچھ contractors مل کر اپنی ٹیم بنالیتے ہیں اور صرف چھوٹے سکیل کے employees مثلاً نائب قاصد، یا چوکیدار کو direct employees رکھتے ہیں اور ان کو labour benefits دیتے ہیں۔ اس طرح بھی چالاکی دکھائی جاتی ہے۔

اس واقعے کی ایک اور وجہ دروازوں کا بند ہونا تھا۔ اس کی reason یہ بتائی گئی کہ labour community گٹکا، پان اور چھالیہ

بہت کھاتے ہیں اور reserved area میں جاکر تھوکتے ہیں، جس کی وجہ سے گندگی پھیلتی ہے۔ کہا گیا کہ اس وجہ سے ہم لوگ یہ دروازے بند رکھتے ہیں۔ اس کے لیے بھی fire alarm کا کوئی ایسا proper system ہونا چاہیے کہ جب temperature ایک fixed limit سے بڑھ جائے تو doors automatically open ہوجائیں لیکن اس طرح کا کوئی system وہاں موجود نہیں تھا۔

جناب عالی! صنعتکار لوگ بالکل پیسا خرچ نہیں کرتے، صرف اپنی جیبیں بھرتے ہیں اور کرپشن کرنے والوں کو دے دیتے ہیں لیکن اپنی labour پر پیسا نہیں لگاتے۔ میرے خیال میں اس مسئلے کا تین سے چار لاکھ روپے میں ایک بہت اچھا حل نکل سکتا ہے۔ دو سے تین floors کی building میں الگ سے راستہ بنادیا جائے اور لوہے کی سیڑھی لگائی جائے۔ پہلے، دوسرے اور تیسرے floors کو الگ راستے دے دیے جائیں۔ اس طرح تین سے چار لاکھ میں ایک بہترین حل نکل سکتا ہے اور مستقبل میں سینکڑوں مزدوروں کی جانیں بچ سکتی ہیں۔

اس کے علاوہ بہت سے وعدے کیے گئے کہ لواحقین کو پیسے دیے جائیں گے، دو لاکھ یا چار لاکھ دیے جائیں گے۔ کچھ لوگوں کو مل گئے ہیں اور کچھ کو ابھی نہیں ملے۔ سب لوگ اس واقعے پر غمزدہ ہیں۔ میں گزارش کروں گا کہ ان لوگوں کو سرکاری دفاتر کے چکر نہ لگوائے جائیں اور فی الفور انہیں رقم ادا کی جائے۔ شکریہ۔

محترمہ انعم محسن: میڈم سپیکر! میرا ایک point of clarification ہے چونکہ میں نے resolution move کیا ہے۔ معزز رکن نے بات کی کہ کوئی way forward نہیں دیا گیا، میں کہنا چاہوں گی کہ way forward دیا گیا ہے۔ Industrial Safety Act موجود ہے، اگر implementation میں کوئی problem ہے تو وہ governance کا issue ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قانون موجود ہے۔ دوسری بات، ہم نے یہ way forward دیا ہے کہ ہم ایک Industrial Safety Department بنائیں جو کہ industrial sector کو regularly safety tests provide کرسکے۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب گلفام مصطفیٰ صاحب۔

جناب گلفام مصطفیٰ: بہت شکریہ۔ جیسا کہ ہم دیکھ سکتے ہیں، اس resolution کے دو parts ہیں۔ پہلے میں کہا گیا ہے کہ کراچی

اور لاہور میں ہونے والے fire incidents کو investigate کیا جائے اور ذمہ داران کا تعین کرکے انہیں قانون کے کٹہرے میں لایا جائے۔ دوسرے حصے میں propose کیا گیا ہے کہ Industrial Safety Department, establish کیا جائے تاکہ اس قسم کے واقعات پر control کیا جاسکے۔

میں اس resolution سے partially agree کروں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ investigation تو ضروری ہے کیونکہ ان واقعات میں کافی جانوں کا نقصان ہوا ہے، ساتھ ہی ذمہ داران کو قانون کے دائرے میں لاکر جو بھی سزا بنتی ہے، انہیں دینی چاہیے لیکن یہاں بیٹھے بیٹھے کوئی چھ اداروں کے نام میں یاد کرسکا ہوں جو industrial safety کے ذمہ دار ادارے ہیں۔ ان میں Labour Department ہے، Enterprise and Investment Promotion Board ہے، Industrial Standards of Pakistan کے نام سے ایک ادارہ ہے جو industries کو certifications دیتا ہے، Department of Industries ہے جس کا ہر ضلع میں ایک District Officer ہوتا ہے اور اس کے بعد Environment Protection Department ہے۔ Civil Defence کی بھی یہ prime responsibility ہے کہ وہ industries کو visit کرے، وہاں کی situation کا جائزہ لے اور اس قسم کے خطرات کو زائل کرے۔ اگر ان فیکٹریوں میں fire extinguishers مہیا نہیں کیے جاتے یا پھر دوسری safety practices کا خیال نہیں رکھا جاتا تو ان محکموں کا کام ہے کہ ان practices کو ensure کریں۔

ہم بطورِ قوم بڑے ماہر ہیں کہ بیک وقت کئی parallel structures کھڑے کرلیتے ہیں جبکہ ہمارے پاس پہلے ہی چھ سات ادارے موجود ہیں اور شاید اور بھی ہوں۔ اگر ہمارا ایک قانون کامیاب نہیں ہورہا ہوتا تو ہم فوراً اس کے parallel دوسرا law لے آتے ہیں۔ پھر اس میں amendment کر کے تیسرا law لے آتے ہیں۔ آخر ہم کب تک یہ تجربات کرتے رہیں گے؟ کب تک ہم already بنے ہوئے structures اور policies پر مٹی ڈالتے رہیں گے اور نئے قوانین، نئے ادارے اور نئی policies لاکر اپنے ان resources کو جو پہلے ہی بہت limited ہیں، waste کرتے رہیں گے؟

اس موقع پر میں propose کروں گا کہ پہلے سے موجود اداروں کو کام میں لایا جائے۔ اگر وہ ادارے weak ہیں تو ان کی

weaknesses کو identify کرکے، ان میں موجود gaps کو mitigate کرنے کے لیے کوشش کی جائے نہ کہ اس کے مقابلے میں نئے ادارے قائم کیے جائیں یا نئی introduce policies کروائی جائیں۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: محترمہ سمن احسن صاحبہ۔

محترمہ سمن احسن: شکریہ میڈم سپیکر۔ سب سے پہلے میں کہنا چاہوں گی کہ ہمیں session کا آغاز تمام فوت شدگان کے ایصالِ ثواب کے لیے فاتحہ خوانی کے ذریعے کرنا چاہیے تھا۔ خیر ابھی وقت ہے، ہم دعا کرسکتے ہیں۔

دوسری بات، جیسے کراچی فیکٹری کا incident ہوا، اس میں architect کا main عمل دخل ہے۔ اس فیکٹری میں کوئی ایسا برآمدہ یا صحن نہیں تھا جہاں ایسی situation میں لوگ بھاگ کر جمع ہوجاتے۔ اس لیے جب کوئی فیکٹری بن رہی ہو تو architect کو check and balance رکھنا چاہیے کہ ایسی open space موجود ہو کہ جہاں emergency situation میں لوگ جاسکیں۔

اگر میں غلطی پر نہیں تو ایسی situation میں کہ جب کسی فیکٹری میں ایسا کوئی incident ہوتا ہے، اس کے مالک پر قانون کے مطابق صرف 500 روپے کی penalty یا punishment عائد ہوتی ہے۔ یہ انگریز کے زمانے کا قانون ہے لیکن اس کو revise یا amend نہیں کیا گیا۔ اس چیز کی طرف ضرور توجہ دی جانی چاہیے کہ ایسے incidents کی صورت میں یا اتنی جانوں کے زیاں کے بعد اگر ہم انگریز دور کے قانون کے مطابق صرف 500 روپے جرمانہ کریں گے تو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ ہمیں اس law کو amend کرنا چاہیے۔

Madam Deputy Speaker: Are you sure about this law?

محترمہ سمن احسن: جی ہاں۔ یہ انگریز کے زمانے کا قانون ہے۔

ایک معزز رکن: میڈم سپیکر! میرا ایک point of clarification ہے۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جی۔

ایک معزز رکن: میڈم! ابھی جو کراچی میں incident ہوا ہے، اس میں مالکان پر دفعہ 302 کے تحت قتل کا مقدمہ درج ہوا ہے۔ اس لیے already law موجود ہے۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ تشریف رکھیں۔ سمن احسن! آپ بات جاری رکھیں۔

محترم سمن احسن: ایک اور بات میں کہنا چاہوں گی کہ جب لوگوں نے بھاگنے کی کوشش کی تو چوکیداروں نے دروازے بند کردیے۔ اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی کہ ایسا کیوں کیا گیا۔ سب سے پہلے سامان بچانے کی کوشش کی گئی اور اس بات کا اندازہ وہاں موجود لوگوں کی باتوں سے ہورہا تھا یعنی انسانی جان کی کوئی قیمت ہی نہیں۔ اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہیے۔

تیسری چیز، بجلی کی چوری بھی ایک بہت important issue ہے۔ میں خود جب کبھی ایسی جگہوں پر جاتی ہوں تو میرے مشاہدے میں بھی یہ بات آتی ہے کہ تار کھلے ہوتے ہیں اور ان پر کنڈے ڈالے جاتے ہیں۔ یہ چیز short circuit کا باعث ہوسکتی ہے۔ اس پہلو پر بھی غور کرنا چاہیے کہ بجلی کا بل بچانے کے لیے کی جانے والی بجلی چوری آگ کا سبب بن سکتی ہے۔ ان گزارشات کے ساتھ میں اپنی بات مکمل کرتی ہوں۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جناب عبیدالرحمٰن صاحب۔

جناب عبیدالرحمٰن: شکریہ جناب سپیکر۔ اس قرارداد میں دو important باتیں ہیں۔ لاہور اور کراچی کے incidents کو ایک نظر سے نہیں دیکھا جاسکتا۔ لاہور کا incident نسبتاً ایک شہری علاقے میں ہوا ہے۔ ایک cottage industry تھی جس میں یہ واقعہ پیش آیا ہے۔ کراچی والا incident نسبتاً ایک industrial علاقے میں پیش آیا جہاں proper industrial codes لاگو ہونے چاہییں اور جہاں ایک proper construction ہونی چاہیے۔ اگر ہم نے future میں اس طرح کے حادثات سے بچنا ہے اور ہم ان کا تدارک چاہتے ہیں تو اس بات کا لازمی طور پر خیال رکھا جائے کہ industries ایسے علاقوں میں allow نہ کی جائیں جو residential areas کے زمرے میں آتے ہیں۔ رہائشی علاقوں میں واقع ہونے کے باعث نہ ان پر residential areas کے codes لاگو ہوسکتے ہیں اور نہ ہی industrial areas کے۔ اس لیے دونوں کو ایک different نظر سے دیکھنا بہت ضروری ہے۔

اس کے علاوہ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ہاں اس بات کو بہت lightly لیا جاتا ہے کہ industries میں safety mechanism ہونا چاہیے یا نہیں۔ اس چیز کو consider ہی نہیں کیا جاتا۔ کراچی کا

واقعہ جسے ہماری صنعتی تاریخ کا سب سے بڑا سانحہ قرار دیا گیا ہے، اس حوالے سے ہم لوگوں کو اب serious ہو کر سوچنا پڑے گا۔ اس حوالے سے جس طریقے سے رحمٰن ملک صاحب بیانات داغ رہے ہیں، حقیقت میں وہ لوگوں کے زخم کرید رہے ہیں اور further conspiracies پھیلا رہے ہیں۔ ان کو unstable and emotional بیانات سے گریز کرنا چاہیے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ اس واقعے کی مستند تحقیقات کروائیں اور پھر proper طریقے سے report دیں rather than کہ on the spot کہیں کہ جی میرے پاس ثبوت یا شواہد موجود ہیں۔ ہونا یہ چاہیے کہ شواہد اور ثبوت ایک proper report کی صورت میں جلد از جلد ہمارے سامنے آنے چاہییں۔

یہاں ایک اہم بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جب کہیں آگ لگ جاتی ہے تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ آگ بجھانے والے عملے کا response time کیا ہے اور اس کے پاس equipments کس طرح کے موجود ہیں۔ جب دس منزلہ یا اس سے اونچی عمارت ہوگی تو صورتحال مختلف ہوجاتی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ کراچی میں پہلے بھی ایک مرتبہ آگ لگی تو پتا چلا کہ آگ بجھانے والے عملے کے پاس ایسا equipment ہی موجود نہیں جس سے اوپر والی منزلوں کی آگ بجھائی جاسکے۔ میری تجویز یہ ہے کہ buildings بناتے وقت نہ صرف fire escapes اور safety alarms کی گنجائش رکھی جائے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ fire department کو بھی مضبوط کرنا ضروری ہے جو industrial areas میں کام کرے اور اس کے ساتھ ساتھ residential areas میں بھی کام کرے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب گوہر زمان صاحب۔

جناب گوہر زمان: شکریہ سپیکر صاحبہ۔ اراکین نے کافی اچھی باتیں کی ہیں۔ دراصل میرا اپنا تعلق بھی ایک صنعتی فیملی سے ہے، اس لیے میں ان چیزوں کو deeply observe کرچکا ہوں۔ مسئلہ یہ ہے کہ کچھ industries, medium scale ہوتی ہیں جیسا کہ لاہور والی انڈسٹری تھی۔ ایسی industries زیادہ تر registered نہیں ہوتیں۔ اس کے علاوہ جیسے textile industries اور plastic industries میں جہاں power کی ضرورت زیادہ ہوتی ہے، چونکہ آج کل بجلی کا بحران ہے، اس لیے وہاں self power generation کی جاتی ہے۔ اب یہ جو self power generation ہے، یہ کسی محکمے کے دائرہ اختیار میں نہیں آتی۔ اس

چیز کو monitor کرنا گیس supply کرنے والے سوئی ناردرن یا سوئی سدرن کا کام ہے جبکہ وہ وہاں صرف گیس کی usage monitor کرتے ہیں۔ چونکہ میرا سوئی میں بھی کچھ عرصہ work experience رہا، اس سلسلے میں کچھ industries کا visit بھی میں نے کیا، چونکہ اداروں میں کرپشن بھی ہے، اس لیے ان کے لیے pressure اوپر نیچے کردینا کوئی اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہوتا۔ جب ایسے مسائل پیدا ہوتے ہیں تو ان کو حل کرنے میں مشکل پیش آتی ہے۔ اب power generation کے لیے expert engineers کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ medium scale industries میں پیسا بچانے کے لیے locally ایسا بندہ employ کرلیا جاتا ہے جس کے پاس technical skills نہیں ہوتیں۔ اس کو پتا نہیں ہوتا کہ گیس کا pressure increase کرنے یا پھر fuel mixing کرنے سے کیا نقصانات ہوسکتے ہیں۔ اس لیے آگ لگنے کی یہ وجوہات بھی ہوتی ہیں۔

سب سے بڑا مسئلہ ان industries کا ہوتا ہے جو industrial estates سے باہر لگائی جاتی ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ ان کی identity نہیں ہوتی۔ بہت ساری industries ہیں، یہ تو چلیں پھر ایک large یا medium scale industry کا واقعہ ہے، ایسی بہت ساری cottage industries فیصل آباد، ملتان اور گوجرانوالہ میں پائی جاتی ہیں جن کی کوئی registration نہیں ہوتی بلکہ ان کی labour فیکٹری کے اندر ہی چھوٹی چھوٹی جگہوں میں رہتی ہے۔ وہاں machinery کی installment بھی برائے نام ہوتی ہے یعنی صرف کام چلانے کے لیے ہوتی ہے اور اس میں کوئی standard follow نہیں کیا جاتا۔ اہم بات یہ ہے کہ ایسی industries جو industrial estates میں نہیں لگیں اور فی الحال انہیں منتقل کرنا بھی ممکن نہیں، ان پر بھی check and balance ہونا چاہیے۔ انڈسٹریل سیفٹی یونٹس ، ڈپارٹمنٹ آف انڈسٹریز اور وزارتِ صنعت کو چاہیے کہ ایسی industries کو look after کریں۔

جہاں تک way forward کی بات ہے، ہمارے rescue departments اس معاملے میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اگر ہم لاہور کی مثال سامنے رکھیں تو وہاں آگ پر comparatively جلدی اور efficiently قابو پالیا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لاہور کا rescue department

زیادہ developed ہے۔ اسی طرح تمام علاقوں میں اسے develop کرنے اور اسے مزید technology سے آراستہ کرنے کی ضرورت ہے۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب عبد اللہ حماد ملک صاحب۔

جناب عبداللہ حماد ملک: شکریہ میڈم سپیکر۔ سب سے پہلے میں کہنا چاہوں گا کہ کراچی اور لاہور میں ہونے والے incidents بہت ہی tragic تھے۔ ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے اور ان کے پسماندگان کو صبرِ جمیل عطا کرے۔

دوسری بات، میں اس resolution سے totally agree کرتا ہوں۔ جس طرح کسی بھی building کو check کرنے کے لیے، حکومت کی طرف سے civil engineers employ کیے جاتے ہیں، جو کہ اس عمارت کی حالت کو continuously monitor کرتے ہیں، اسی طرح کسی بھی انڈسٹری یا chemical plant میں safety engineers کا role ہوتا ہے۔ عام طور پر فیکٹری مالکان خود safety engineers employ کرتے ہیں۔ جس طرح یہاں mention کیا گیا، میں بھی کہوں گا کہ industrial safety department کا یہ کام ہے کہ وہ کسی بھی industry میں safety کے معاملات کو check کرے اور انہیں regularize کرے تاکہ کسی بھی بڑے حادثے سے بچا جاسکے۔

میں یہاں خاص طور پر ایک واقعہ mention کرنا چاہوں گا۔ امریکہ کی ریاست Texas میں British Petroleum (BP) کا ایک واقعہ ہوا جس میں تقریباً 380 کے قریب deaths ہوئیں جبکہ more than thousand, injuries ہوئیں۔ اس سانحے کی وجہ صرف ایک level indicator میں خرابی تھی، جس کے باعث half mile کے area میں آگ لگی اور serious cause ہوئے۔ لہٰذا، safety department کی یہ ذمہ داری ہونی چاہیے کہ وہ تمام چیزوں کو check کرے کہ industry میں safety کے کیا measures اختیار کیے گئے ہیں۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جمال جامعی صاحب۔

جناب جمال نصیر جامعی: شکریہ میڈم سپیکر۔ سب سے پہلے میں دعا گو ہوں کہ جو لوگ اس سانحے میں شہید ہوئے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی آخرت کی منزلیں آسان کرے اور تمام لواحقین کو صبرِ جمیل عطا کرے۔

میڈم سپیکر! قرارداد میں industrial safety department کا ذکر کیا گیا ہے کہ گورنمنٹ سیکٹر میں ایک نیا محکمہ بنایا جائے۔

اس سے پہلے کافی نام یہاں آچکے ہیں، ایک دو میں بھی پیش کروں گا۔ مجھے تھوڑا time دیجیے گا کیونکہ شاید میری speech تھوڑی جذباتی ہوجائے۔ لاہور کے واقعے میں پہلی بےقاعدگی تو یہ ہے کہ وہ industry, residential area میں قائم کی گئی تھی۔ اس سے پہلے فیروز سنز والا واقعہ پیش آیا، وہ بھی اسی قسم کا تھا۔

جہاں تک کراچی کی بات ہے تو وہ انڈسٹری SITE area میں قائم کی گئی تھی۔ Civil Defence کا محکمہ ہمیں آگ لگنے کے پورے واقعے کے دوران کہیں بھی نظر نہیں آیا۔ آگ کیسے لگی، اس پر تو میں بعد میں بات کروں گا۔ چیمبر آف کامرس کا ادارہ بھی موجود ہے جس اس کے اپنے قوانین ہیں؛ ان کے پاس تمام فیکٹریاں registered ہیں اور trade & commerce سے related معاملات کو وہ deal کرتے ہیں۔ فائر برگیڈ کا ایک ادارہ ہے۔ ماشاءاللہ، وہ تین گاڑیاں چالیس منٹ بعد لے کر پہنچے۔ میرے کافی relatives اس چیز کے eye witness ہیں، ان گاڑیوں میں سے دو خالی تھیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اتنی hesitation میں پہنچے تھے کہ دو گاڑیوں میں پانی ہی نہیں تھا۔ اس کے علاوہ Labour Department بھی ہے جس میں لاتعداد بےضابطگیاں پائی جاتی ہیں۔ یوں سمجھ لیں کہ FBR کی طرح کا ایک ادارہ ہے جسے محض لوگوں کا پیٹ بھرنے کے لیے بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ 1964 کا لیبر ایکٹ بھی موجود ہے، فیکٹری ایکٹ بھی موجود ہے اور کراچی بلڈنگ کنٹرول اتھارٹی بھی موجود ہے۔

ایک فیکٹری بنتی ہے SITE کے علاقے میں، جو تین منزلہ فیکٹری ہے اور جس میں exit کے لیے ایک کے علاوہ کوئی راستہ ہی نہیں ہے۔ ایک طرف نالہ ہے جبکہ دوسری طرف دوسری فیکٹری ہے تو ایسے میں وہاں لگی آگ کیسے بجھائی جائے؟ دوسری بات، آگ لگ گئی اور آگ پر قابو نہیں پایا جارہا تھا۔ دنیا میں لوگوں نے پتا نہیں کس کس قسم کی آگ پر قابو پالیا، یہاں مارگلہ کی پہاڑیوں پر آگ لگتی ہے اور دو گھنٹے کے بعد بجھ جاتی ہے کیونکہ یہ شاید اسلام آباد میں ہے۔ وہاں انسان زندہ جل رہے تھے جبکہ مسئلہ کیا تھا؟ بےحسی اور بےبسی۔ ہم "جیو" اور دوسرے مختلف ٹی وی چینلز پر بیٹھے شامِ غریباں چلا رہے تھے۔ کوئی نہیں نکلا، کسی نے اس آگ کو بجھانے کی کوشش نہیں کی۔ میں بحیثیت

کراچی کے شہری کے شرمندہ ہوں، میں بےبس تھا۔ میں انتہائی شرمندگی کے ساتھ یہ بات بتانا چاہتا ہوں کہ "جنگ" اخبار جو سب سے مستند اخبار ہے، دو دن بعد اس کی خبر آتی ہے کہ 48 گھنٹے بعد آگ پر قابو پالیا گیا۔ 48 گھنٹوں کے بعد تو وہاں کچھ بچا ہی نہیں، آگ نے جلانا کیا تھا، سب کچھ تو پہلے ہی جلادیا، لوگوں کے گھر برباد ہوگئے۔ لوگ اپنے پیاروں سے ایک دو دو گھنٹے تک بات کرتے رہے، اندر ہی جلتے رہے اور مرتے رہے۔ میرے تو اپنے گھر کا سانحہ ہے، میں صرف اس بات سے مطمئن ہوں کہ وہ جو مارگہ پر ہوا ایک سیکنڈ میں ہوگیا ہوگا۔ جن کو یہ پتا تھا اور جن کی فون پر باتیں ہورہی تھیں کہ ان کے پیارے زندہ جل رہے ہیں، ان پر کیا بیتی ہوگی۔

اس کے بعد آپ کے پاس DNA کا system نہیں ہے۔ کہا گیا کہ DNA لاہور سے ہوگا۔ آپ کے پاس NADRA کی پوری van ہے، آپ دس انگلیوں کے نشان لیتے ہیں، وہ van نہیں آئی، جس سے آپ لوگوں کی انگلیوں کے نشانات لیں۔ لوگوں کو ان کی لاشیں دیں۔ 82 لاشیں ابھی تک وہاں رکھی ہوئی ہیں۔ سول ہسپتال میں ایک counter کھول دیا گیا کہ جی وہاں جاکر رجسٹریشن کروالیں۔ وہ جو 92 کے غائب ہیں، لوگ ان کو بھی رجسٹر کروالیں اور پیسے لینا شروع کریں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ بحریہ ٹاؤن جس کے اپنے مقدمات چل رہے ہیں، آپ اس معاملے میں بھی political mileage لے آتے ہیں کہ صدرِ پاکستان کی بہن، بحریہ ٹاؤن کے پوسٹر کے نیچے کھڑی ہو کر پیسے بانٹ رہی ہے۔ پاکستان میں یہ کیا تماشا ہورہا ہے؟

دوسری بات، لعنت ہے اس حکومت پر اور ایسی پارٹی پر جو 25 سال سے کراچی میں حکومت میں ہے، جس کے پاس 15 سال تک کراچی کی سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ رہی ہے، جس کے پاس کراچی کے تمام ہسپتالوں کا انتظام رہا ہے، تمہیں یہ تو پتا ہے کہ کس سالگرہ پر ڈاکٹر پرویز محمود کو مارنا ہے، تمہیں یہ تو پتا ہے کہ کس سالگرہ پر منور سہروردی کو مار کر تحفہ دینا ہے، تمہیں یہ تو پتا ہے کہ حکیم محمد سعید کو کب مارنا ہے، تمہیں یہ تو پتا ہے کہ بھتا کب لینا ہے، تمہیں یہ بھی پتا ہے کہ رابطہ کمیٹی کا اجلاس لندن میں کرنے کےلیے کیسے انتظامات کرنے ہیں۔ یہ تمام مقدمات فائل ہیں، وزیرِ اعظم کی speech ہے کہ حکیم محمد سعید کے قاتل ہماری موجودہ

حکومت کے اتحادیوں میں سے ہیں، ہم نے ان سے قاتل مانگے ہیں اور اگر وہ نہیں دیں گے تو ہم سندھ کی حکومت توڑ دیں گے اور حکومت توڑی گئی ہے۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ ایک کامرس منسٹر نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں تین مہینے میں یہ مسئلہ حل کردوں گا۔ سوال یہ ہے کہ تین مہینے میں تم مسئلہ کیسے حل کردوگے جبکہ دس سال سے منسٹری تمہارے پاس ہے۔ اگر تین مہینے میں مسئلہ حل ہوسکتا تھا تو پھر تم دس سال سے کیا کررہے تھے؟ کیا تم لوگوں کے بچوں کے مرنے کا انتظار کررہے تھے، تم لاشوں کے بےشناخت ہونے کا انتظار کررہے تھے یا پھر تم کلاشنکوف فاؤنڈیشن کی 50 ایمولینسیں وہاں کھڑی کرکے میڈیا کی hype create کرنے کا انتظار کررہے تھے؟ کیا تم بیانات کے لیے انتظار کررہے تھے؟ بولٹن مارکیٹ میں آگ لگتی ہے، آگ نہیں بجھتی اور اس میں لوگ زندہ جلتے ہیں۔ KFC میں آگ لگی۔ کیا ہمیں نہیں پتا کہ KFC کو کس نے جلایا، ہمیں نہیں پتا کراچی میں وکیلوں کو کس نے زندہ جلایا؟ کراچی میں تو سیاسی آگ لگائی جاتی ہے۔ 1995 میں پیپلز پارٹی کے 8 کارکن شاہراہِ فیصل پر سوزوکی سے باندھ کر زندہ جلادیے جاتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں آخر یہ آگ کب بجھے گی؟

مسئلہ سارا یہ ہے کہ تمام قوانین، تمام acts موجود ہیں، ادارے موجود ہیں، اگر فائر برگیڈ کی گاڑیاں خالی جائیں گی اور سخی حسن سے جو کہ سات کلومیٹر دور ہے، پانی بھر کر لائیں گی تو آگ کیسے بجھے گی۔ دو دن میں آگ بجھائی نہیں جاتی، جس شہر میں بارش ہورہی ہو وہاں خود بجھ جاتی ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ان ساری بےحسیوں اور بےبسیوں کو دور کیا جائے۔

آخر میں، میں کراچی کے اس شخص کے لیے بھی دعا کرنا چاہوں گا جس کو سالگرہ کے تحفے کے طور پر پیش کیا گیا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے 2001 میں کراچی میں شاید پہلا روشنی کا دیا جلایا تھا، اس سے پہلے دس سال تک جن کے پاس کراچی کی سٹی گورنمنٹ تھی، کراچی کا ماسٹر پلان دینے والا شخص ڈاکٹر پرویز محمود شہید، یہ شخص وہ تھا جس نے کراچی کے بجٹ کا جو ماسٹر پلان پیش کیا تھا وہ چار ارب سے 2005 میں اڑتالیس ارب روپے پر ختم ہوا۔ کراچی کا میگا پراجیکٹ 2009 میں جہاں جاکر رکا، وہ سب کے

سامنے ہے۔ آج local bodies کے لیے کراچی والے بلکتے پھر رہے ہیں۔ میں اس شخص کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب احمد نمیر فاروق صاحب۔

Mr. Ahmed Numair Farooq: Thank you Madam Speaker. Firstly, I would like to acknowledge the facts mentioned by Mr. Jamal Jamaee. He has actually drawn the picture very clearly as to what are the things happening in Karachi City and who are responsible for those fire incidents. That is the very reason we have brought this resolution in the House today that we demand a separate industrial department.

When we talk about a separate industrial safety department, it is not only the industrial safety but we are also talking about the standards which are absent in Pakistan.

پوری دنیا میں safety standards ہوتے ہیں۔ ہماری انڈسٹریز میں جو safety standards use ہوتے ہیں، بعض جگہ ASME کے use ہوتے ہیں، کہیں ASTM کے use ہوتے ہیں جو کہ امریکی organizations ہیں اور کہیں BSI use ہوتے ہیں جو کہ British standards ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ پاکستان میں ایسے standards بنائیں جو پاکستان کے climate اور scenario کے مطابق ہوں۔ اس کے لیے آپ کو ایک separate industrial safety department چاہیے۔

اس سے پہلے ہمیں industry اور factory میں فرق ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیے۔ ان دونوں میں فرق ہے۔ فیکٹری ایک simple کارخانہ ہوتا ہے جبکہ انڈسٹری، صنعت ہوتی ہے۔ انڈسٹری large scale پر ہوتی ہے جبکہ فیکٹری ایک چھوٹے scale پر ہوتی ہے۔ فیکٹری میں دستکاریاں وغیرہ آتی ہے جہاں آپ کو commercial gas supply line اور heavy duty electricity supply نہیں ملتی۔ اس لیے آپ residential areas میں factories کو allow کرسکتے ہیں لیکن انڈسٹری کو allow نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے بارے میں ہم نے ایک amendment propose کی ہے، وہ آپ تک پہنچ گئی ہوگی۔ آپ اسے read out کردیں۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: آپ خود پڑھ دیجیے۔

You don't have it. Ok. Mr. Ahmed Numair would like to propose an amendment which says:

"Furthermore, this House urges the Federal Government to remove all industries from

residential areas and strict laws should be formulated to stop this practice."

Mr. Ahmed Numair Farooq: Lastly, I would like to say that a member from the Opposition Benches mentioned that the electrical inspections were banned by President Musharraf. So, I would like him to please notify us the presidential order number.

وہ کس صدارتی حکم کے ذریعے ban کیا گیا تھا۔ ہم جاننا چاہیں گے کہ اس کی reasons کیا تھیں تاکہ ہم اس کے بارے میں بھی ایوان میں legislation لاسکیں۔

محترمہ سمن احسن: میڈم! براہِ مہربانی، مجھے بھی بات کرنے کا موقع دیا جائے۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جی۔

محترمہ سمن احسن: آپ کا بہت شکریہ۔ مجھے ان کی کسی بات سے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ میں صرف اپنی ایک general opinion پیش کرنا چاہوں گی۔ ہمارے ملک کے ایک بڑے نیوز چینل کی ایک بڑی اینکر صاحبہ نے سوشل میڈیا پر شکریہ ادا کیا ہے اس جماعت کا جو دس سال سے کراچی میں stakeholder ہے اور جو دس سال سے لاشیں گرا رہی ہے۔ وہاں عینی شاہدین رو رہے تھے انہی لوگوں سے مل کے جو اپنی مدد آپ کے تحت اس فیکٹری کی دیواریں توڑ رہے تھے۔ تمام کارکنان ساری رات ہتھوڑوں کی مدد سے فیکٹری کی دیواریں توڑنے میں مصروف رہے۔ میں اسی so called قاتل اور سابقہ سٹی ناظم کی بات کررہی ہوں کہ جب وہ موقع پر پہنچے تو لوگ ان سے گلے مل مل کر روئے۔ یہ بات نیوز چینلز پر باقاعدہ دکھائی گئی ہے، لوگ ان سے گلے مل مل کر روئے ہیں کہ اس موقع پر آپ کیوں نہیں تھے؟ اگر آپ یہاں ہوتے تو ہمارے ساتھ ایسا سلوک نہ ہوتا اور ہمارا یہ حشر نہ ہوتا۔

دوسری بات، میرے معزز اور پیارے بھائی کی پسندیدہ جماعت کا کوئی عہدیدار کب وہاں پہنچا، really مجھے اس بات کا پتا نہیں ہے، وہ کب وہاں پہنچا اور اس نے کیا مدد کی؟ شور مچانے کی حد تک تو یہ extremist ہیں، شور مچانا تو آسان ہوتا ہے لیکن عملی کام مشکل ہوتا ہے۔ ٹھیک ہے بری باتوں کو criticize کرنا چاہیے۔

Madam Deputy Speaker: Don't call anybody "extremist" like that, please. It is not a joke; we should respect everyone's opinion.

محترمہ سمن احسن: میں sorry کرتی ہوں۔ میرا موقف یہ ہے کہ criticize ضرور کریں لیکن اچھی باتوں کو please appreciate بھی کریں۔ تنقید برائے تنقید نہیں بلکہ تنقید برائے اصلاح و تعمیر ہونی چاہیے۔ اچھی باتوں کو بھی mention کیا جائے اور صرف تنقید کرکے کسی کا image برباد نہ کیا جائے۔ شکریہ۔

(پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے کے لیے متعدد اراکین کھڑے ہوگئے)

Madam Deputy Speaker: No point of order. Everybody wants to speak but I cannot entertain it.

جناب توصیف احمد عباسی: میڈم! میرا پوائنٹ آف آرڈر بہت اہم ہے کیونکہ نمیر نے جو amendment propose کی ہے، اس میں کہا گیا ہے کہ انڈسٹریز کو آبادی والے علاقوں سے باہر shift کیا جائے۔ ایسی صنعتیں تو پورے ملک میں موجود ہیں جبکہ اس مقصد کے لیے اربوں ڈالر درکار ہوں گے، آپ ان کو اتنی بڑی رقم کیسے دے سکتے ہیں؟ میڈم! یہ بہت اہم پوائنٹ ہے، آپ اس ترمیم کو بغیر بحث کیے کیسے accept کرسکتی ہیں؟

محترمہ ڈپٹی سپیکر: یہ تو mover نے propose کی ہے، اگر آپ کو اس سے اتفاق نہیں تو آپ اس کو بےشک منظور نہ کریں۔

محترمہ ربیعہ شمیم: میڈم! میرا ایک پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ میں بتانا چاہتی ہوں کہ یہ وہی معزز جماعت ہے جو آگ لگنے سے پہلے جائے وقوعہ پر اپنی ambulances لے کر کھڑی تھی۔ شکریہ۔

Madam Deputy Speaker: Order in the House please.

جناب احمد نمیر فاروق صاحب! اپنی amendment کی وضاحت کردیجیے۔

جناب احمد نمیر فاروق: میڈم! اس سال پاکستان کا جو federal budget پیش کیا گیا، وہ 783 کھرب روپے کا تھا۔ اس میں سے آپ obviously ایک ارب روپے residential areas میں موجود industries کو shift کرنے پر خرچ کرسکتے ہیں۔

جناب توصیف احمد عباسی: میڈم! میرا ایک پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جی پلیز۔

جناب توصیف احمد عباسی: میڈم! ان کا کہنا ہے کہ ایک ارب اس مقصد کے لیے مختص کردیں۔ بات یہ ہے کہ ایک ارب کی تو ایک

فیکٹری ہوتی ہے جبکہ آپ کے پاس یہاں ہزاروں فیکٹریاں ہیں، کتنوں کو دیں گے؟

جناب احمد نمیر فاروق: میڈم! میں ان سے پوچھتا ہوں کہ انہوں نے کبھی کوئی کارخانہ دیکھا ہے؟ وہ لاکھوں روپے کی لاگت سے بنتا ہے۔ کارخانے اربوں روپے سے نہیں بنتے۔ رہائشی علاقوں میں جو فیکٹریاں ہوتی ہیں، وہ بڑے scale پر نہیں ہوتیں۔ ان کو اگر shift کرنا پڑ جائے تو اس پر اربوں روپے کے حساب سے لاگت نہیں آتی، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا equipment وہی ہوتا ہے، آپ کی ساری manpower وہی ہوتی ہے، آپ نے صرف اسے ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ deploy کرنا ہوتا ہے۔ صرف آپ لوگ ہی engineers نہیں ہیں، ہم بھی engineers ہیں۔ جو industry erection کا کام ہوتا ہے، ہم civil engineers اس میں زیادہ involve ہوتے ہیں۔ ہمیں پتا ہے کہ جب کسی فیکٹری کو ایک جگہ سے اٹھا کر دوسری جگہ deploy کرنا ہوتا ہے تو اس پر لاکھوں روپے سے زیادہ لاگت نہیں آتی۔ چھوٹی چھوٹی فیکٹریوں کو آرام سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ کا جو وفاقی بجٹ ہے یعنی tax payer's کا پیسا ہے، that is supposed to be spent for the welfare of the people. اگر آپ اربوں روپے خرچ کے لیے تیار نہیں ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ welfare لانا ہی نہیں چاہتے۔ اگر یہ پیسا welfare کے لیے ہے تو obviously اسے آپ وہیں خرچ کریں گے۔

Madam Deputy Speaker: Do rest of the movers of this resolution agree with this amendment?

Ms. Anum Mohsin: Yes Madam Speaker.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جی عبید صاحب۔

جناب عبیدالرحمٰن: میڈم! جتنا ان فیکٹریوں کی resettling پر خرچہ آئے گا، وہ بہت زیادہ ہے بہ نسبت اس بات کے کہ ہم ان facilities یا factories کو proper طریقے سے document کریں اور ان کے لیے ایک separate department بنائیں جو ان medium یا local سطح پر قائم کی گئی صنعتوں کو document کرے۔ پھر ان کی شہر کے اندر ہی safety inspection ہونی چاہیے rather than کہ ہم ان کو out of city لے جائیں۔ یہ چیز وہاں کے residents کے لیے viable نہیں ہے اور اسی طرح حکومت کے لیے بھی نہیں ہے۔

محترمہ سمن احسن: میڈم! میں اس ایوان کو کراچی شہر سے متعلق ایک general بات بتانا چاہوں گی۔ کراچی شہر میں بہت سے areas ایسے ہیں جہاں صنعتیں پہلے قائم ہوئیں اور آبادی بعد میں ہوئی جیسے فیڈرل ایریا یا بفر زون کے علاقے ہیں۔ وہاں غیر قانونی آبادی یا جیسے بھی کہہ لیں، بن گئی ہے۔ وہ علاقے غیر آباد تھے جہاں فیکٹریاں قائم کی گئیں۔ آپ حب کے علاقے کی مثال لے لیں، یہ علاقہ اتنا develop ہوتا جارہا ہے کہ وہاں صنعتیں بھی موجود ہیں اور residential areas بھی ہیں۔ اس لیے میری گزارش کروں گی کہ کوئی بھی قانون بناتے وقت اس چیز کو بھی ذہن میں رکھیں۔

جناب احمد نمیر فاروق: میڈم! میں ایک last example quote کرنا چاہوں گا چونکہ وہ شخصیت ہمارے درمیان یہاں موجود بھی ہے۔ گوہر زمان کی ٹیکسٹائل مل ہے اور یہ اسے چار بار ملتان شہر میں مختلف جگہوں پر shift کرچکے ہیں۔ اگر اربوں روپے درکار ہوتے تو یہ ہمارے درمیان نہ بیٹھے ہوتے، کہیں اور ہوتے۔ اس لیے فیکٹری کو shift کرنے میں اربوں روپے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ فیکٹریاں small scale پر ہوتی ہیں اور انہیں shift کیا جاسکتا ہے۔ اگر ایک بندہ اپنی فیکٹری کو چار مرتبہ shift کر چکا ہے تو obviously یہ آرام سے shift ہوسکتی ہیں۔

Madam Deputy Speaker: Thank you. Let me put this resolution, as per amendment proposed by Mr. Numair Farooq sahib, to the House for voting.

(The resolution was adopted)

محترمہ ڈپٹی سپیکر: میں گزارش کروں گی جناب جمال نصیر جامعی صاحب سے کہ وہ ایوان میں قرارداد پیش کریں۔

Resolution: Demaraction of constituencies by the Election Commission

Mr. Jamal Naseer Jamai: Thank you Madam Speaker. I would like to move the following resolution:

> "This House is of the opinion that all political parties have concerns over the demarcation of the constituencies and they consider it as the pre-poll rigging. Election Commission of Pakistan should review these demarcations with the cooperation and consensus

of all political parties and take steps to reduce their concerns. This step will be considered the first breakthrough towards free and fair elections."

میڈم سپیکر! انتخابی اصلاحات بھی اس مرتبہ سیشن کا ایک issue تھا۔ اس وقت پاکستان الیکشن کی طرف جارہا ہے۔ بلدیاتی الیکشن بھی ہونے ہیں اور قومی اور صوبائی بھی۔ کچھ عرصہ قبل چیف الیکشن کمشنر کی تعیناتی کے معاملے پر ایک consensus develop ہوا تو آج ہر پارٹی ان کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اس کے علاوہ voter registration کا process بھی سپریم کورٹ کی مداخلت سے کافی حد تک بہتر ہوگیا ہے۔ بہرحال، اس میں کچھ flaws موجود ہیں، جن میں سے ایک دو کا میں ذکر کرنا چاہوں گا۔

پاکستان کا بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ دھاندلی ہمیشہ انتخابی حلقہ بندیوں سے شروع کی جاتی ہے۔ میرا پورے پاکستان کے بارے میں تو experience نہیں ہے، میں صرف کراچی کا experience share کرنا چاہوں گا۔ دیگر علاقوں کو لوگ یہاں موجود ہیں، کچھ سے میری discussion بھی ہوئی، وہ انشاء اللہ تعالیٰ، اس میں حصہ بھی لیں گے کہ ان کے ہاں کس طرح کی practice ہے۔ خاص طور پر پاکستان میں جو بلدیاتی constituencies ہیں، یونین کونسلز وغیرہ، اس کے علاوہ قومی اسمبلی کی تقریباً 150 سے بڑھا کر جو 272 سیٹیں کی گئیں، وہ بھی آمر پرویز مشرف صاحب کے دور میں کی گئیں۔ یقیناً اس میں نیک نیتی کو بھی مدنظر رکھا گیا ہوگا لیکن بہرحال مفادات ہوتے ہیں۔ ایک آمر نے اپنی حکومت بہرحال بنانی ہوتی ہے، بھلے اس کو اعظم طارق کو جیل سے لاکر اس کا ہی ایک ووٹ کیوں نہ لینا پڑے۔

کراچی کے حوالے سے میں آپ کو بتانا چاہوں گا کہ ڈیفنس کی ایک سیٹ ہے، مسلسل ایک عرصے سے ruling party کبھی وہاں سے نہیں جیتی تھی۔ اب ڈیفنس میں انہوں نے یہ کیا ہے کہ اس میں بنس روڈ شامل کرکے جو ان کا بڑا مضبوط سیکٹر ہے اور PCHS کو نکال کے، وہ سیٹ وہ لوگ پہلی بار جیت گئے۔ شیر شاہ کی سیٹ کبھی پارٹی نہیں جیتی تھی، اب اس میں محمود آباد اور ایک دو اور علاقے شامل کرکے، وہ سیٹ بھی وہ لوگ جیت گئے۔ اب مسئلہ سارا یہ ہے کہ جہاں ایسی ethnic divisions ہوتی ہیں، وہاں یہ ضروری ہوجاتا

ہے خاص طور پر جمہوری ممالک میں کہ کم از کم جمہوریت کے ثمرات تو لوگوں کو نظر آئیں۔ اگر جمہوریت ہے تو کراچی سے میرا تو کوئی نمائندہ اسمبلی میں نہیں۔ اس طرح میرے لیے تو جمہوریت کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ کراچی کے مضافاتی علاقوں میں ruling party کے against votes ہیں، اب ان علاقوں کو ایسے divide کیا گیا ہے کہ آدھا اٹھا کر اپنی سیٹ کے ساتھ شامل کرلیا اور آدھا ادھر شامل کرلیا۔ ووٹ جب divide ہوگئے تو معاملہ ان کی favour میں چلا گیا۔

پہلی بات یہ ہے کہ ایک تو ابھی تک ہماری سیاسی جماعتوں میں اتنی awareness نہیں ہے۔ اگر اپوزیشن ہے تو اس میں alliance وغیرہ کا کوئی سلسلہ نہیں ہوتا ، دس دس، بارہ بارہ ممبر کھڑے ہوکر ووٹ divide کرتے ہیں۔ وہ تو ایک الگ مسئلہ ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ انتخابی حلقہ بندیوں میں جب آپ ایسا انتظام کریں گے کہ دوسرا کچھ بھی کرلے اس کا ممبر آنا ہی نہیں ہے تو پھر بات کیسے بنے گی۔ ایک ground reality ہے کہ voters division ہی ایسی ہے کہ دوسری جماعت کا بندہ آہی نہیں سکتا۔

اس کے علاوہ بلدیاتی نظام کے ذریعے کراچی میں اٹھارہ towns divide کیے گئے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ انہیں کراچی کا مسلسل ایک ہی ضلع چاہیے کیونکہ اگر ایک ضلع ہوگا تو وہ وہاں سے قیامت تک نہیں ہاریں گے کیونکہ وہ الحمدللہ، اتنے قابل ہیں۔ انہیں حیدرآباد کے پانچ ضلعے چاہییں اور اس کے لیے پیش رفت بھی ہوتی رہتی ہے۔ ایک سے دو ضلع ہوگئے ہیں اور میرے خیال میں معاملہ مزید آگے بڑھے گا کیونکہ pressure بہت زیادہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کراچی کا mandate تسلیم نہیں کرو گے تو پورے کراچی کو آگ لگادیں گے۔

اب way forward یہ ہے کہ الیکشن کمیشن تمام سیاسی جماعتوں کو بٹھا ئے۔ میں یہاں یہ بھی بتانا چاہوں گا کہ ایک Bill قومی اسمبلی سے pass ہوکر سینیٹ میں آیا ہے، جس پر نیئر بخاری صاحب نے کچھ points لیے ہوئے ہیں، اب چونکہ وہ چیئرمین سینیٹ بن گئے ہیں تو تھوڑی مشکلات ہیں۔ بہرحال، وہ Bill pass ہوجائے گا۔ اس کے علاوہ ایک resolution بھی move ہوچکی ہے۔ الیکشن کمیشن کو چاہیے کہ انتخابات میں جانے سے پہلے، فی الفور اس مسئلے کی

طرف توجہ دیے۔ تحریکِ انصاف کی بھی جو last press release آئی ہے، وہ یہی ہے کہ انہیں انتخابی حلقہ بندیوں پر اعتراضات ہیں۔ چونکہ پاکستان میں rural اور urban آبادی کی بہت بڑی division ہے، خاص طور پر شہری علاقوں میں جہاں rural اور پڑھی لکھی آبادی کے ووٹ ایک جماعت کو ملتے ہیں اور کچھ کم پڑھے لکھے لوگوں کا جھکاؤ دوسری طرف ہوتا ہے۔ جس طرح سے voter registration اور دوسرے معاملات پر consensus کیا گیا، اسی طرح انتخابی حلقہ بندیوں کے معاملے کو ایک مرتبہ پھر revisit کرنا چاہیے اور تمام major political parties کو بٹھا کر اس پر consensus develop کریں تو یہ چیز آنے والے الیکشن کے لیے بہتر ہوگی۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب گلفام مصطفیٰ صاحب۔

جناب گلفام مصطفیٰ: بہت شکریہ۔ میں محترم دوست کی اس بات سے بالکل اتفاق کرتا ہوں کہ constituencies کی demarcation کی جانی چاہیے۔ یقیناً اس کی فوری ضرورت بھی ہے کہ ہم ابھی الیکشن کے phase میں جانے والے ہیں لیکن اس سے پہلے ہمیں دیکھنا ہوگا کہ اس کےلیے ہمیں census کی ضرورت ہے۔ ہمارے ہاں آخری مرتبہ مردم شماری 1998 میں ہوئی تھی جس کو تقریباً 14 سال گزر چکے ہیں۔ اس طرح ہمارے پاس جو 14 سالہ پرانا آبادی کا data ہے، ہم ابھی تک اسے استعمال کررہے ہیں اور ہم نے نئے census کے لیے کوئی arrangements نہیں کیں، اس کے لیے کوئی planning نہیں کی اور نہ ہی اس پر کوئی عمل کیا ہے۔ اس وقت اگر ہم on average دیکھیں تو 1998 میں چھ لاکھ کی آبادی کے لیے قومی اسمبلی اور تقریباً تین لاکھ کی آبادی کے لیے صوبائی اسمبلی کی constituencies mark کی گئی تھیں۔ میرے خیال میں اب چونکہ آبادی میں پچاس فی صد سے بھی زیادہ اضافہ ہوچکا ہے تو ہمیں پہلے census کروانا چاہیے۔ لوگ ایک جگہ سے دوسری جگہ shift ہورہے ہیں اور جیسے جیسے آبادی بڑھ رہی ہے، نئے نئے علاقے بھی آباد ہوتے جارہے ہیں، اس لیے پہلے ہمیں census کے ذریعے مختلف علاقوں کی آبادی کا حساب لگانا چاہیے، پھر اس کی بنیاد پر نئی constituencies بنانی چاہییں اورensure کرنا چاہیے کہ لوگوں کو maximum representation ملے۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ کئی لاکھ کی آبادی کا صرف ایک

نمائندہ ہو، اس صورت میں وہ لوگ کیسے جاکر اپنے نمائندے سے ملیں گے؟ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب محمد حماد ملک صاحب۔

جناب محمد حماد ملک: بہت شکریہ۔ میڈم سپیکر! یہ ایک بہت اچھی resolution ہے اور اس میں ایک اہم topic کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ دراصل ہمارے ملک میں ایک بہت غلط روایت چل رہی ہے کہ جو بھی حکومت آتی ہے، اپنی مرضی سے مختلف علاقوں کی distribution کی کوشش کرتی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ انہیں پتا ہوتا ہے کہ فلاں جگہ ان کی پارٹی مضبوط ہے اور دوسری جگہ ایسا نہیں ہے۔ اس کی ایک typical example جنوبی پنجاب کو صوبہ بنانے کا معاملہ ہے۔ پیپلز پارٹی کو چونکہ وہاں support حاصل ہے، اس لیے وہ جنوبی پنجاب کی سب سے زیادہ بات کرتے ہیں جبکہ اس کے علاوہ اگر پاکستان میں کہیں اور صوبہ بنانے کی بات کی جائے، تو اس طرف دھیان نہیں دیتے۔

جناب عالی! میں آپ کو اس کی ایک اور بڑی typical example دینا چاہوں گا۔میرا تعلق ہزارہ ڈویژن کے علاقہ تناول سے ہے۔ یہ ایک ایسی قوم کا علاقہ ہے جس کی آبادی 1.5 ملین ہے۔ ہزارہ ڈویژن میں سب سے زیادہ آبادی والی یہ قوم ہے۔ 1973 سے پہلے یہ علاقہ 'ریاست امب' کہلاتا تھا۔ اس کے بعد اس کا ریاست کا درجہ ختم کیا گیا اور اس کو تین مختلف اضلاع میں divide کردیا گیا۔ اس وقت تناول کا علاقہ ضلع ہری پور، ضلع ایبٹ آباد اور ضلع مانسہرہ کے backward areas میں divide کیا گیا ہے۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ چونکہ وہاں ایک قوم بستی ہے، اس لیے دوسری قوموں کے لوگ ان سے زیادہ sympathies نہیں رکھتے۔ وہاں کے عوامی نمائندے چاہے وہ ایبٹ آباد، مانسہرہ یا ہری پور سے ایم این اے یا ایم پی اے ہوں، وہ اس علاقے کو زیادہ توجہ نہیں دیتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ علاقہ چھوٹے چھوٹے pieces میں بٹا ہوا ہے۔

جناب عالی! اس علاقے کا رقبہ 1,400 مربع کلومیٹر ہے جبکہ 1.5 ملین آبادی ہے۔ اس میں 27 یونین کونسلیں ہیں۔ اس علاقے کو ضلع بنانے کی کوشش کی گئی لیکن چونکہ سیاسی طور پر اے این پی ایسا نہیں چاہتی تھی، اس لیے ضلع نہ بن سکا۔ اے این پی کو اس بات کا پتا تھا کہ وہاں ان کی اکثریت نہیں، جو بھی لوگ علاقہ

تناول سے منتخب ہوں گے وہ اے این پی کو قدرے پسند نہیں کرتے، اس وجہ سے اس کو ضلع نہیں بنایا گیا۔ اس کے برعکس میڈم سپیکر! ضلع تورغر ہے۔ آپ خود بھی اسی ضلع سے تعلق رکھتی ہیں۔ تورغر بنیادی طور پر صرف 400 مربع کلومیٹر پر مشتمل علاقہ ہے جبکہ تناول 1,400 مربع کلومیٹر پر مشتمل ہے۔

جناب عالی! یہ تمام ہمارے ملک کے وہ مسائل ہیں جن پر توجہ نہیں دی جاتی۔ جو بھی کام کیا جاتا ہے صرف سیاسی will پر کیا جاتا ہے جبکہ عوام کی بہتری کے لیے کوئی کام نہیں ہوتا۔ اس لیے میں اپنے دوست کی resolution کی بھرپور حمایت کروں گا۔ الیکشن کمیشن کو اس سلسلے میں اپنا role play کرنا چاہیے اور عوام کی رائے جاننا چاہیے نہ کہ سیاسی جماعتوں کی۔ یہ جاننا چاہیے کہ عوام کیا چاہتے ہیں اور کس طرح کی distribution چاہتے ہیں کیونکہ بالآخر جو سیاستدان بھی آئے گا، اس نے عوام کو ہی represent کرنا ہے اور عوام کے لیے ہی کام کرنا ہے۔ بجائے اس کے کہ آپ جماعتوں کی رائے لیں، آپ عوام سے رابطہ کریں۔ آپ مختلف علاقوں میں referendum کروانے کی کوشش کریں۔ متعلقہ علاقے کے لوگوں سے پوچھیں کہ وہ کس حلقے میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا پھر وہ اپنی الگ constituency بنانا چاہتے ہیں اگر ان کے پاس مطلوبہ population یا area ہے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ سراج میمن صاحب۔

جناب سراج دین میمن: میڈم سپیکر! گرین پارٹی کی طرف سے بہت اچھی resolution آئی ہے۔ چونکہ میں کراچی سے belong کرتا ہوں تو میں چاہوں گا کہ کراچی سے متعلق بات کروں جہاں recently demarcation ہوئی ہے۔ ہمارے ہاں مردم شماری 1998 میں ہوئی تھی، اس کے بعد نہیں ہوئی۔ آج ہمارے پاس آبادی کا صرف ایک rough estimate ہے۔ کبھی ہم میڈیا پر سنتے ہیں کہ پاکستان کی آبادی 170 ملین ہے اور کبھی سنتے ہیں کہ 180 ملین ہے۔ اسی طرح جہاں تک کراچی کی آبادی کا تعلق ہے تو کوئی authentic or concrete fact and figure نہیں ہے کہ آیا کراچی کی آبادی دو کروڑ ہے، اڑھائی کروڑ ہے یا پھر تین کروڑ۔ بہرحال دو کروڑ کی بات زیادہ کی جاتی ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہمیں آبادی کی صحیح estimation یا facts and figures پتا نہیں ہیں۔ اس کے باوجود بھی کراچی میں

میں NA-258 کی demarcation کردی گئی۔ میں NA-258 کی constituency میں رہتا ہوں، ہمیں بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ وہاں demarcation کچھ اس طرح کی گئی کہ ہمارا علاقہ ملیر ندی کے اُس طرف پڑتا ہے، جبکہ دوسرے علاقے میں ایک دوسری پارٹی رہتی ہے۔ میں یہاں جماعتوں کے نام لینا ضروری سمجھوں گا، وہاں پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم شامل ہیں۔ حلقہ بندیاں کچھ اس طرح ہوئی ہیں کہ ایک چھوٹا سا علاقہ جس کی آبادی بھی زیادہ نہیں، roughly گیارہ لاکھ کے قریب ہوگی، ندی کے اُس پار ایک پارٹی کی اکثریت زیادہ ہے تو constituency اس کو دے دی اور اگر اِس طرف دوسری پارٹی کی اکثریت ہے تو اس کو constituency دے دی۔ یہ تو آئین کی بھی خلاف ورزی ہے۔

ہر دس سال بعد constituencies کی estimation کی جاتی ہے کہ آبادی کہاں کتنی بڑھی ہے۔ اسی طریقے سے جب demarcation ہوتی ہے تو اس تناسب سے قومی اسمبلی کی سیٹوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ میری الیکشن کمیشن سے اس فورم کے ذریعے درخواست ہے کہ demarcation کے معاملے کو پاکستان کے آئین، قانون اور الیکشن کمیشن کے قواعد و ضوابط کے تحت دیے گئے طریق کار کے مطابق revisit کیا جائے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب احمد نمیر فاروق صاحب۔

جناب احمد نمیر فاروق: شکریہ میڈم سپیکر۔ جیسا کہ میرے دوسرے ساتھیوں نے بھی بتایا، یہ ایک بہت اہم issue ہے۔ اگر ہم constituencies کی proportionality change کردیں تو یہ اسی طرح کا واقعہ ہوجائے گا جیسا کہ تقسیمِ بنگال کے وقت مسلمانوں کے ساتھ ہوا تھا۔ کیا ہم آزادی لینے کے بعد بھی انہیں lines پر چل رہے ہیں جو انگریزوں نے یا کانگرس نے ہمارے لیے مسئلے بنائے تھے؟

گوکہ resolution کے mover نے alreadyبتایا ہے کہ ایک Bill سینیٹ تک پہنچ چکا ہے، اس کے بارے میں صرف Bill ہی کافی نہیں بلکہ میری suggestion یہ ہے کہ الیکشن کمیشن کو بھی ایک فعال طریقے سے کردار ادا کرنا چاہیے۔ حلقہ بندیوں کی تشکیل کے لیے all parties conference بھی بلائی جاسکتی ہے تاکہ ساری جماعتوں کو بٹھا کر پوچھا جائے کہ کسی جماعت کی سیٹ یا popularity تو

disturb نہیں ہورہی۔ اس کانفرنس کے ذریعے مسئلے کا حل نکالا جاسکتا ہے۔

جناب سراج دین میمن: میڈم! پوائنٹ آف آرڈر۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جی۔

جناب سراج دین میمن: میڈم! حلقہ بندیوں کا تعلق population سے ہوتا ہے، ہر پارٹی چاہے گی کہ اس کی constituency اس کی مرضی کے مطابق ہو۔ سیاسی جماعتوں سے ہم کیوں رائے لیں؟ الیکشن کمیشن کے given rules ہیں، اس کے مطابق ہی معاملات چلنے چاہییں۔ حلقہ بندی کو population determine کرتی ہے۔ یہی اس کا main parameter ہوتا ہے۔

جناب احمد نمیر فاروق: دیکھیں، جہاں تک population کی بات ہے تو میں نے census کے بارے میں آپ کو ابھی بتایا ہے۔ چودہ سال پہلے ہمارے ہاں census ہوا تھا، اس کے بعد نہیں ہوا۔ جماعتوں کو بٹھانا ضروری ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر کام consensus سے ہی کرنا پڑتا ہے۔ آئین میں لکھ دیا گیا ہے کہ چیف الیکشن کمشنر کی تعیناتی یا الیکشن کمیشن کا قیام بھی جماعتوں کے consensus سے ہوگا۔ اگر یہ کام ہوسکتا ہے تو پھر حلقہ بندیوں کی تشکیل نو کے لیے بھی آپ سیاسی جماعتوں کو بلا سکتے ہیں۔ یہ ایک democratic procedure ہے، اس میں کوئی غلط بات نہیں ہے۔ میں نے آپ کو یہ نہیں کہا کہ آپ کسی dictator کو یا باہر کے کسی بندے کو بلائیں اور اس سے کہیں کہ demarcation کردیں۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی تیمور صاحب۔

جناب محمد تیمور شاہ: میڈم! وضاحت کردیں کہ یہ کس طرح کی parties ہوں گی۔ یہاں تو اگر دو بندے اکٹھے ہوتے ہیں تو وہ پارٹی بنا لیتے ہیں۔ یہاں تو ڈیڑھ سو جماعتیں ہیں، آپ کس کس کو بلائیں گے؟

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ عبیدالرحمٰن صاحب۔

جناب عبیدالرحمٰن: شکریہ میڈم سپیکر۔ ہمارے لیے یہ بات جاننا بہت اہم ہے کہ ہمارے ہاں کافی عرصے سے census نہیں ہوا۔ اس وجہ سے غیر حقیقی figures ہر جگہ reflect ہورہی ہیں۔ بات یہ ہے کہ ان کی ضرورت ہر جگہ پڑتی ہے مثلاً ہم نے resource distribution کرنی ہے، ہم نے آئندہ الیکشن conduct کروانے ہیں، ہم نے صوبوں

کے درمیان harmony create کرنی ہے اور ہم نے مختلف کام کرنے ہیں، لہٰذا کوئی بھی کام شروع کرنے سے پہلے یہ بات ضرور معلوم ہونی چاہیے کہ ہمارے ہاں کتنے افراد موجود ہیں۔ شرم سے یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ پچھلی مردم شماری 1998 میں ہوئی اور وہ بھی 17 سال بعد۔ آئین میں درج ہے کہ دس سال بعد مردم شماری mandatory ہے لیکن اس کے باوجود بھی 14 سال کا عرصہ گذر چکا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہمیں census کی طرف جلد از جلد جانا چاہیے۔

دوسری بات، جو موضوع ہمارے سامنے لایا گیا ہے، اس کی basis سمجھنا بہت ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر ہم مناسب حل تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ جب تک تشخیص ٹھیک نہ ہو، علاج ممکن نہیں ہوتا۔ بنیادی بات یہ ہے کہ الیکشن کمیشن کے موجودہ رولز جن کے تحت انہوں نے بوگس ووٹ نکالے ہیں اور ووٹوں کی رجسٹریشن کی ہے، چونکہ اس کی basis population پر ہونی چاہیے تھی، اس کے برعکس ان لوگوں نے کیا کیا؟ چونکہ population census کروانا مشکل کام تھا، اس لیے حکومت نے house census کروایا۔ جب اس کے نتائج آئے تو پاکستان مسلم لیگ (ن) نے اس کو پسند نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ کراچی اور سندھ کے علاقوں میں تو 70 سے 80 فیصد housing میں اضافہ ہوا لیکن اس کے مقابلے میں پنجاب میں ridiculously سات فیصد یا دس فیصد کی increase سامنے آئی۔ یعنی 14 سال کے عرصے میں ملک کے مختلف علاقوں میں random increase show کی گئی۔ اب جو increase show کی جاتی ہے، اس کا مطلب یہ ہوگا کہ سندھ کو آپ پنجاب سے زیادہ constitutencies دے دیں گے۔ اس وجہ سے ایک provincial rift create ہوئی، سیاسی جماعتیں اس میں involve ہوئیں اور اس وجہ سے ہمارے سامنے اس کا result یہ نظر آتا ہے کہ سیاسی جماعتوں کے درمیان علاقوں کی distribution کے معاملے پر confrontation پائی جاتی ہے۔

جہاں تک علاقے distribute کرنے کی بات ہے، یہ بھی سمجھنے والا معاملہ ہے؟ یہ کام کون کرتا ہے؟ الیکشن کمیشن آف پاکستان کرتا ہے اور آبادی کی بنیاد پر کرتا ہے۔ صرف آبادی کی بنیاد پر ہی نہیں بلکہ ڈویژن اور ڈسٹرکٹ کی بنیاد پر بھی کرتا ہے۔ ایک حلقہ ایک ضلع کے اندر ہی ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر ایک ضلع میں پانچ لاکھ یا دس لاکھ افراد بستے ہیں تو اس کے مطابق

حلقے ترتیب دیے جاتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ دس لاکھ بندے ایک ہی ضلع میں پائے جائیں۔ ہوتا یہ ہے کہ ایسے حلقے بنا دیے جاتے ہیں جہاں تین لاکھ افراد ہوتے ہیں اور ایسے حلقے بھی بنادیے جاتے ہیں جہاں سات لاکھ افراد ہوتے ہیں۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: پھر کیا کرنا چاہیے؟

جناب عبیدالرحمٰن: میں کہنا یہ چاہتا ہوں کہ حلقہ بندیوں کے عمل کو ڈسٹرکٹ پر limit نہیں کرنا چاہیے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ آخری وقت تک سیاسی جماعتوں کو پتا ہی نہیں ہوتا کہ آنے والے الیکشن میں حلقہ بندیاں کیسی ہوں گی اور نہ لوگوں کو پتا ہوتا ہے کہ وہ کون سی constituency میں ہیں۔ جب آپ نے electoral rolls بنائے تھے تو آپ کو اس information کو اسی وقت notify کردینا چاہیے تھا۔ اس مقصد کے لیے ترقی یافتہ ممالک میں حلقہ بندیوں کے لیے proper maps بنتے ہیں۔ وہ maps کسی گزٹ میں شائع نہیں ہوتے کہ آپ جاکر گزٹ پڑھتے رہیں کہ اس گزٹ میں یہ والا map ہے اور اس میں وہ والا۔ وہ maps باقاعدہ online available ہوتے ہیں، online حدبندیوں کی معلومات دستیاب ہوتی ہیں اور online notification موجود ہوتا ہے۔

میں بتانا یہ چاہتا ہوں کہ اس demarcation میں آپ کو maps show کرنے پڑیں گے۔ آپ کو districts پر limit نہیں کرنا پڑے گا اور الیکشن کمیشن آف پاکستان کو house census کے علاوہ، population census کی طرف بالآخر جانا پڑے گا۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب حسیب احسن صاحب۔ آپ بات نہیں کرنا چاہ رہے؟ ٹھیک ہے۔ جناب عمر ریاض صاحب۔

Mr. Muhammad Umar Riaz: Thank you Madam Speaker. In any democratic society where free and fair elections are to be conducted, constituencies and the demarcation of the relative constituencies hold a profound importance. What needs to be done? We totally agree to the member of the Youth Parliament who has stated that maps need to be issued and published. I know that Election Commission of Pakistan has issued maps previously and the same are available on the website. The constituencies with respect to the members were there but detailed maps are not there. How much votes are there, this detail is not there.

The activity carried out in the United States of America is at a greater level and knitty gritty is also involved in that because in

each and every state, the votes are calculted. It was very important that during the issuance of preliminary electoral rolls, the fate of the constituencies must have been decided but it was not achieved earlier. So, it is need of the hour that Election Commission of Pakistan, keeping in view the ambissions of the members of Youth Parliament being expressed right here, should take into account those ambissions. They should do certain things keeping in view the international standards of the demarcation of the constituencies and keeping in view the certain parameters of the population merged with the parameters which are not in a position to be politically exploited.

It is a need of the hour that Election Commission of Pakistan take immediate steps to ensure that free and fair elections must be conducted in the near future. Thank you very much.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ ایک رکن نے point of clarification کی بات کی تھی، بات یہ ہے کہ اس point پر وضاحتیں نہیں مانگی جاتیں۔ شکریہ۔ Let me put this motion to the House for voting.

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker: Majority is in favour of the the motion, conssequenlty, this resolution is adopted.

<u>Resolution: The issue of climatic change and pursance of a more sustainable model for development</u>

میں گزارش کروں گی محترمہ انعم ضیاء صاحبہ، محترمہ ربیعہ شمیم، جناب گوہر زمان صاحب اور جناب محمد وقار صاحب سے کہ وہ ایوان میں قرارداد پیش کریں۔ محترمہ انعم ضیا، آپ قرارداد کا متن پڑھ دیں۔

Ms. Anum Zia: I move the following resolution:

> "This House is of the opinion that it is a great cause of concern that Pakistan has been tagged as the 27th most affected country by climate change. Ratifying international treaties and opting for international standards is effective only if there is proper implementation. The government should take immediate actions to encouter problems of deforestation, rapid urban growth, excessive greenhouse gas emissions, among other things aiding the problem of climate change and opt

for a more sustainable model of growth and development."

I think the resolution is clear in itself but I want to present some technicalities to it.

میں چاہوں گی کہ اس کو simple کردوں۔ موسمیاتی تغیرات پوری دنیا کو بہت زیادہ متاثر کر رہے ہیں۔ حالت یہ ہے کہ موسمی تغیرات کے باعث پوری دنیا میں chaotic scenerios دیکھنے کو مل رہے ہیں۔ یہ صرف پاکستان میں نہیں ہے۔ چاہے ہمارے فوجیوں پر برف گرنے کا واقعہ ہو، چاہے سیلاب ہوں اور چاہے دوسرے مسائل ہوں، ہر چیز climate change سے تعلق رکھتی ہے۔ ہم لوگ آنکھیں بند کرکے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمیں یہی نہیں پتا کہ climate change کیا ہے اور اس کے effects کیا ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں حکومت کی top positions پر بیٹھے لوگ بہت زیادہ ratify treaties, کردیتے ہیں۔ جو معاہدہ ان کو اقوامِ متحدہ offer کرتا ہے، وہ اس کو فوراً accept کرلیتے ہیں چاہے وہ treaty ہمارے ملک پر implement ہوسکتی ہو یا نہ ہوسکتی ہو۔ Recent is the example of clean development mechanisms. مسئلہ یہ ہے کہ اس mechanism میں ہم نے north side کے جتنے بھی ممالک ہیں، جو big and super powers ہیں، ہم نے ان سے کہا ہے کہ آپ pollution نہ create کرو۔ انہوں نے پوری دنیا میں سب کو credits دیے ہیں جبکہ ہم نے اپنے credits ان کو دے دیے ہیں کہ آپ ہماری جگہ بھی pollution create کرو۔ That is something accepted by all under-developed nations کہ ٹھیک ہے آلودگی پھیلاتے رہو، ہمیں کوئی مسئلہ نہیں لیکن ہم آلودگی نہیں پھیلا رہے۔ نتیجہ یہ سامنے آیا کہ ابھی جو تازہ ترین list آئی ہے، اس میں جتنے بھی متاثرہ ممالک ہیں یعنی پہلے دس متاثرہ ممالک وہ under-developed nations ہیں۔ شمال اور جنوب کی tussle کب سے چل رہی ہے، امریکہ ہو، چین ہو، فرانس ہو یا کوئی بھی، خود ان لوگوں نے اپنی پوری economies کو sustainable بنالیا ہے۔ چاہے وہ ملبورن ہو آسٹریلیا میں، چاہے وہ کیلگری ہو کینیڈا میں، چاہے وہ چین میں چاجن ہو یا ڈنمارک کہیں بھی، انہوں نے اپنے ممالک میں ہر جگہ درخت وغیرہ لگا کر اپنے آپ کو sustainable کر لیا ہے۔

ہم نے کیا کیا ہے؟ چونکہ میں لاہور سے تعلق رکھتی ہوں تو میں اپنے شہر کے بارے میں بات کروں گی، لاہور میں اتنی development ہو رہی ہے کہ جگہ جگہ سڑکیں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ ہر چیز کو development کے ساتھ نتھی کردیا جاتا ہے۔ حکومت نے نہر کے ساتھ لگے تمام درخت کاٹ دیے ہیں۔ ہم نے ایک کیس کیا کہ نہر کے ساتھ لگے درخت نہ کاٹے جائیں۔ حکومت نے یہ game کھیلی کہ آدھے درخت کاٹ دیے اور کہا کہ آدھے ہم نے چھوڑ دیے ہیں۔ حکومت کو realize کرنا چاہیے کہ ہمیں ایسی development نہیں چاہیے۔ وہاں اتنی development ہوگئی ہے کہ آپ کو رات کے وقت چاند ستارے نظر نہیں آتے۔ ہمیں اس طرح کی development نہیں چاہیے۔

میں آخر میں کہنا چاہوں گی کہ susustainable development کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ جس طرح کی society میں رہ رہے ہیں، اس کے مطابق development ہونی چاہیے۔ ضروری نہیں کہ آپ کو establish کرنے کے لیے صرف construction ہی چاہیے ہو۔ پہلے .D.H.A صرف ایک restricted area پر محیط تھا، وہاں کے رہائشیوں کو سب سے elite class مانا جاتا تھا، اب .D.H.A اتنی دور تک پہنچ چکا ہے کہ اس کے phases ہی ختم نہیں ہورہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ آپ کو وہاں چند درخت ہی نظر آتے ہیں۔ انہوں نے تمام farm areas کو ہٹا دیا ہے اور وہاں .D.H.A بنادیا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ تمام farms ختم کردیے گئے ہیں۔ ہر ایک کو پتا ہے کہ greenary کا بنیادی concept پودوں سے ہے۔ پودے کیا کرتے ہیں؟ وہ heat energy کو abosorb کرتے ہیں، جس کی وجہ سے climate control میں رہتا ہے۔ آپ نے سارے درخت اکھاڑ دیے اور پورے پاکستان کو ایک problem میں ڈال دیا ہے۔ اس سے بہت سے مسائل پیدا ہورہے ہیں۔ جتنے بھی سیلاب آتے ہیں یا glaciers melt ہوتے ہیں تو ہم فوراً انڈیا پر ڈال دیتے ہیں کہ اس نے کیا ہوگا۔ بھئی، technicalities میں جاؤ کہ ایسا کیوں ہورہا ہے۔ ہماری حکومت تو ویسے ہی لوگوں کو بےوقوف بناتی رہتی ہے۔ ان کو emotional fools بناتی ہے۔ We as people and students should know the basic facts. شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: محترمہ ربیعہ شمیم صاحبہ۔

محترمہ ربیعہ شمیم: شکریہ میڈم سپیکر۔ میں صرف climate change کے effects سے متعلق بات کرنا چاہوں گی۔ اس کے پاکستان پر

مختلف اثرات پڑ رہے ہیں جیسا کہ cyclone, wild life migrations, پاکستان میں rapid floods, respiratory problems and dengue fever. پہلے کبھی ڈینگی کے بارے میں نہیں سنا تھا لیکن اب پنجاب میں اور خصوصاً لاہور میں ڈینگی کا مسئلہ سامنے آرہا ہے۔ یہ صرف rapid urban growth کی وجہ سے ہورہا ہے۔ اگر ہم اسے control کرلیں تو مسئلہ ٹھیک ہوسکتا ہے۔ ایک ادارہ Pakistan Environment Protection Agency (PEPA) ہے، جس نے treaties sign کی ہیں لیکن ان کی implementation نہیں ہورہی۔ اگر ان معاہدوں پر عمل درآمد ہو تو ہم کافی حد تک اس مسئلے کو control کرسکتے ہیں۔ بہت شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب گوہر زمان صاحب۔

جناب گوہر زمان: شکریہ سپیکر صاحب۔ میں کوئی environmentalist تو نہیں ہوں لیکن میری جتنی بھی آج تک کی basic تعلیم ہے، مجھے اتنا پتا چلا ہے کہ درختوں کی اہمیت کیا ہے، ماحولیات کی اہمیت کیا ہے اور ان کے اثرات کیا ہوتے ہیں۔ اس بارے میں تو کسی کو کوئی شک نہیں ہوگا۔

جب ہم اپنے ملک کے موجودہ حالات دیکھتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ ایک rapid growth جاری ہے۔ ایسے حالات میں deforestation ایک طرح سے inevitable ہوجاتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس سلسلے میں ہم کیا کرسکتے ہیں؟ اس سلسلے میں ایک حکومتی پالیسی موجود ہے لیکن اس کی implementation نہیں ہوتی۔ جہاں deforestation ہورہی ہو، وہیں afforestation بھی کرنی چاہیے یعنی وہاں ساتھ ہی plantation بھی کرنی چاہیے۔

میرا تعلق ملتان سے ہے، میں ایک چھوٹی سی مثال پیش کرنا چاہوں گا۔ ملتان ایک ریتلا اور گرم علاقہ ہے اور وہاں ویسے بھی درختوں کا فقدان ہے لیکن گزشتہ تین سالوں میں سابق وزیرِ اعظم کی جانب سے مختلف ترقیاتی کام کروائے گئے، شہر کی شکل بدل دی گئی اور شہر expand ہوگیا لیکن اس دوران جو تھوڑی بہت greenery موجود تھی، اس کو بھی ختم کردیا گیا۔ اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ یہ نتیجہ نکلا کہ وہاں ریت اور مٹی اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ لوگوں میں بڑے پیمانے پر respiratory problems پیدا ہونا شروع ہوگئے ہیں۔ اس طرح کے مسائل دیگر urban centers میں بھی موجود

ہیں۔ Pollution control کے لیے کوئی خصوصی measures نہیں ہیں۔ ایک طرح سے کوئی پالیسی نہیں ہے۔

اس میں way forward یہی ہے کہ جب deforestation ہو تو ساتھ ہی afforestation بھی کی جائے۔ اس کے علاوہ canals کی lining کریں۔ پہلے سے موجود اداروں کو مستحکم کریں اور مزید ادارے بنائیں اور ان معاملات کو بہتر کریں۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب تیمور شاہ صاحب۔

Mr. Muhammad Taimoor Shah: Thank you very much Madam Speaker. First of all, I would like to refer your attention to the Rules of Procedure where procedure is laid down for moving a resolution. It stipulates:

> "It shall not raise discussion which is detrimental to public interest."

بڑا افسوس ہوتا ہے جب یہاں یوتھ پارلیمنٹ میں اراکین آکر کہتے ہیں کہ ان کو development نہیں چاہیے، ان کو چاند ستارے دیکھنے کا شوق ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ اس ملک میں جہاں لوگوں کے پاس کھانے کو روٹی نہیں ہے، آپ کو وہاں چاند ستارے دیکھنے کا شوق ہے۔ عوامی مفاد یہ ہے کہ development ہونی چاہیے۔ لاہور سے میرا بھی تعلق ہے، وہاں canal road کے معاملے پر environmentalists نے ہائی کورٹ میں ایک کیس کیا کہ جی درخت نہیں کٹنے چاہییں۔ اس کیس پر سپریم کورٹ نے order دیا کہ درخت کاٹے جائیں کیونکہ اس canal road پر چار چار گھنٹے ٹریفک جام رہتا ہے۔ اب مجھے بتائیں کہ یہ public interest ہے یا نہیں ہے۔ درخت انہوں نے کاٹے لیکن ان کی جگہ reforestation کی گئی اور twice more trees لگائے گئے۔ پاکستان most affected countries میں 27 نمبر پر ہے۔ جو پہلے، دوسرے نمبر پر ہیں، امریکہ، چین وغیرہ، جو ڈنکا بجاتے ہیں کہ ماحولیاتی آلودگی ہورہی ہے، ساری دنیا میں آلودگی کو کم کرنا چاہیے، سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہی ممالک سب سے زیادہ آلودگی پھیلاتے ہیں۔ پہلی top posisitions والے ممالک اپنے آپ کو ٹھیک کرلیں، اس کے بعد under-developed countries کی طرف آئیں کہ جی آپ ماحولیاتی آلودگی کم کرنے کے لیے کوئی حصہ ڈالیں۔

جہاں تک development کی بات ہے، یہ نہیں کہ صرف سڑکیں بن رہی ہیں، یہ development ہورہی ہے کہ drainage اچھی ہو تاکہ گندا پانی سڑکوں پر نہ آئے۔ ڈینگی کا مسئلہ لاہور میں بہت serious ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ development نہیں ہے، water drainage کا system ٹھیک نہیں ہے۔ اگر آپ نے development نہیں کرنی تو آپ ایسی amendments اور resolutions اس یوتھ پارلیمنٹ میں کیوں propose کررہے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو development کی ضرورت نہیں بلکہ آپ نے لاہور میں صرف چاند ستارے دیکھنے ہیں۔ شکریہ۔

جناب طبریز صادق مری (قائدِ حزبِ اختلاف): میڈم سپیکر! ایک point پر تھوڑی سی ambiguity ہے، میں یہ جاننا چاہوں گا کہ last time mention کیا گیا کہ opt for a more sustainable model لیکن اس ماڈل کے بارے میں بتایا نہیں گیا کہ کون سا ہے۔ اگر بتادیں تو مہربانی ہوگی۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جی گوہر زمان صاحب۔

جناب گوہر زمان: میڈم سپیکر! بات یہ ہے کہ آپ قرارداد پڑھ لیں اور بتائیں کہ اس میں کہاں development روکنے کی بات کی گئی ہے۔ جس کو اختلاف ہے تو ضرور کرے لیکن environment کے حق میں بات کرنا کوئی جرم نہیں ہے اور نہ ہی وہ بات public interest کے خلاف ہے۔ اس لیے سوچ سمجھ کر اس پر voting کی جائے۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جی تیمور صاحب۔

جناب محمد تیمور شاہ: آخری line کو پڑھیں جس میں لکھا ہے:

> "…..among other things aiding the problem of climate change and opt for a more sustainable model of growth and development."

میں بتاتا ہوں کہ sustainable model of growthکیا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ بجلی تیل سے پیدا کی جائے جبکہ sustainable یہ ہے کہ پانی کی چرخیاں لگائی جائیں جس سے آپ کو ایک میگاواٹ بجلی بھی نہیں ملے گی۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: یہ point of order نہیں ہے۔ جی طبریز صاحب۔

Mr. Tabraiz Sadiq Marri: Madam Speaker, my point of clarification has not been answered. I am just seeking the answer from the members. Can you explain the term more sustainable model.

جناب گوہر زمان: میڈم سپیکر! جیسا کہ میں نے اور مجھ سے قبل بھی ایک سپیکر نے ذکر کیا، sustainable model کے لیے وہ طریقے استعمال کیے جائیں جو کہ eco-friendly بھی ہوں اور ساتھ ساتھ آپ environment کو protect بھی کریں۔ یہ بات کسی نے نہیں کی کہ ہم development روک کر بیٹھ جائیں۔ جس ممبر نے ابھی اختلاف کیا، انہوں نے خود بھی یہ بات کہی ہے کہ آپ پانی کی چرخیاں لگائیں، سولر انرجی استعمال کریں تو ہم نے کب کہا ہے کہ آپ use نہ کریں۔ ہم نے کب کہا ہے کہ آپ پانی سے بجلی بنانا بند کردیں۔

Ms. Anum Zia: I have got a point of clarification. I will just keep it brief. What is meant by sustainable development?

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ overdo construction نہ کریں، ہر چیز میں ایک توازن ہونا چاہیے۔ ایسا نہیں کہ ہم کہہ رہے ہیں کہ سولر پینل لگائے جائیں۔ میرے بھائی نے بہت اچھی طرح explain کردیا ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ ایک عام آدمی کی definition میں دیکھا جائے تو sustainable development means the development which should go with the environment. That is it. میں یہ نہیں کہہ رہی کہ لوگوں سے ان کے گھر چھین لیں۔ میں ہرگز یہ نہیں کہہ رہی۔ Honestly ایک عام آدمی کی definition ہوتی ہے development with environment. I am not saying you should put up a lot of things. What assets you already have, you should protect them. If you just go through the resolution yourself, so it is clearly written "rapid urban growth", clearly it is written "deforestation", clearly it is written "greenhouse gas emissions", just cut that. Is it difficult to do these things? I mean this is sustainable development.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ عمیر نجم صاحب۔

جناب عمیر نجم: شکریہ میڈم سپیکر۔ یہ ایک اچھی قرارداد ہے اور میں اسے support کرتا ہوں۔ میں اس بارے میں یہ کہنا چاہوں گا کہ پاکستان میں solid waste management ہونی چاہیے۔ اس مقصد کے لیے جو قوانین موجود ہیں، ان کی implementation ہونی چاہیے اور ان کو مزید قابلِ عمل بنانا چاہیے۔ فی الحال یہ کام نہیں ہورہا۔ اس کے علاوہ emission of greenhouse gasesکے مسئلے سے پاکستان دوچار ہے، اس مسئلے کو eliminate ہونا چاہیے۔ اس کو control کرنے کے لیے proper laws ہونے چاہییں۔ پاکستان میں جتنے بھی نئے AC plants نصب کیے جارہے ہیں، ان کو properly rectify

کرنا چاہیے تاکہ ان کی وجہ سے ماحول میں ہونے والی gasification کو control کیا جاسکے۔ اس کے علاوہ ہم techonological advances کو glaciers کے لیے استعمال کرسکتے ہیں جس سے ہم اندازہ لگا سکیں گے کہ وہ کس رفتار سے پگھل رہے ہیں تاکہ اسی لحاظ سے ہم اپنے ملک میں development کو دیکھ سکیں۔

ایک اور چیز میں کہنا چاہوں گا کہ پاکستان میں environment کا loss اربن علاقوں کی development کے باعث نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ development اتنی تیزی سے نہیں ہورہی جتنی تیزی سے دوسرے ممالک میں ہے۔ اس کی دوسری وجوہات میں industries کے waste میں mismanagement کا عنصر شامل ہے۔ ہمیں اس چیز کو properly control کرنا ہوگا۔ اس کے علاوہ، ہماری ساحلی پٹی، ماحولیاتی آلودگی سے بہت زیادہ متاثر ہورہی ہے۔ اس آلودگی کے باعث آبی حیات بھی بہت زیادہ suffer کررہی ہیں۔ لٰہذا، ہمیں اس معاملے پر گہری نظر رکھنی ہوگی اور ایسی strategy formulate کرنی ہوگی جس کے ذریعے ہم اسے اچھے طریقے سے tackle کرسکیں۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: حماد ملک صاحب۔

جناب محمد حماد ملک: میڈم سپیکر! ایک اچھی کوشش کی گئی ہے لیکن میں کہوں گا کہ یہ قرارداد بالکل غلط ہے۔ پہلے بات کی گئی climate change کی جبکہ بعد میں environment deterioration or depletion کو زیرِ بحث لایا گیا۔ بات یہ ہے کہ climate change ایک global factor ہے جو کہ ایک natural procedure کے تحت چلتا ہے، کچھ عرصہ ایک طرح کا ہوتا ہے، پھر automatically change ہوجاتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ پانچ سال گرم ہوتے ہیں، پھر پانچ سال ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ اس لیے ہم جب بھی کسی علاقے کا temperature لیتے ہیں تو دس سال کی average لیتے ہیں۔ قرارداد کے movers نے climate کی جو بات کی ہے تو یہ ایک global factor ہے۔ ہم اسے locally consider نہیں کرسکتے۔ آپ نے اگر بات کرنی ہے تو environment depletion کی بات کریں۔

انہوں نے قرارداد کے متن میں پاکستان کی ranking, 27th most affected ملک کے طور پر دی ہے۔ یہ بھی انہوں نے اس climate change کی ranking دے دی جس کے پہلے نمبر پر بنگلہ دیش ہے، دوسرے پر انڈیا ہے اور جس کے 117th نمبر پر روس ہے جہاں چرنوبل

blast ہوا تھا، جس ranking کے 119 ویں نمبر پر امریکہ بیٹھا ہے جہاں بہت rapid industrialization ہے۔ جناب عالی! یہ climate change اس سے related ہے کہ جی floods زیادہ آئے ہیں۔ یہ ایک natural procedure ہے۔ ہر دس ملین سالوں کے بعد ایک تبدیلی آنی ہے، آپ جو مرضی کرلیں، وہ ایک natural procedre ہے، اس نے چلنا ہے۔

آپ environment depletion کی بات کریں۔ اوپر آپ دکھا 'سجی' رہے ہیں جبکہ مار 'کھبی' رہے ہیں۔ مجھے اس چیز کی سمجھ نہیں آئی کہ environment depletion کا معاملہ greenhouse gas emissions سے متعلق ہے جبکہ climate change ایک مکمل الگ چیز ہے۔ انہوں نے موسمیاتی تغیر کی بات کی، بنگلہ دیش جس list کی top پر ہے۔ ایک اور correction میں کرنا چاہوں گا کہ پاکستان ستائیسویں نہیں بلکہ سہولویں نمبر پر ہے۔ یہ وہ effect ہے کہ جس سے ان ممالک کو نقصان ہورہا ہے جیسا کہ بنگلہ دیش ہے جہاں rivers بہت زیادہ ہیں، وہاں امکان ہے کہ sea level rise ہوگا جس سے آہستہ آہستہ climate change ہوگا۔ عالمی سطح پر glaciers پگھل رہے ہیں، آپ جتنا مرضی pollution روک لیں، یہ تبدیلی آئے گی۔ آلودگی کا glacier پگھلانے میں زیادہ کردار نہیں ہے، باقی چیزوں میں تھوڑا بہت ہوسکتا ہے۔

جناب گوہر زمان: میڈم سپیکر! میرا ایک point of order ہے۔ آج ثابت ہوگیا ہے کہ تمام سائنسی theories غلط ہیں اور carbon footprints کا کوئی تعلق نہیں۔ حماد ملک صاحب نے اس چیز کو آج ثابت کردیا ہے۔

جناب محمد حماد ملک: جناب عالی! باتیں کرلینا آسان ہے، یہ theories نہیں ہیں، یہ effects ہیں، may be by chance environment کا issue آپ کے لیے بہت unfortunate ہوگیا ہے، قرارداد آپ نے totally غلط دی ہے، climate change tollay different چیز ہے۔

Ms. Anum Zia: Madam, I have got a point of clarification. I will keep it short, I promise. I have to clarify.

Madam Deputy Speaker: No. Mr. Muhammad Hammad Malik, please sum up your point.

جناب محمد حماد ملک: جی میڈم سپیکر! میں sum up کررہا ہوں۔ انہوں نے ایک اور بات کی کہ درخت کاٹ دیے جاتے ہیں، یہ ہوجاتا ہے اور وہ ہوجاتا ہے۔ جناب عالی! یہ خود بھی environment کی student ہیں، ان کو پتا ہوگا کہ ہر درخت کی ایک age ہوتی ہے، اگر

اس کے بعد آپ اسے نہیں کاٹتے تو وہ گر کر ضائع ہوتا ہے اور اس سے نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کینال روڈ والے معاملے میں ہماری بھی involvement تھی۔ ہم نے متعلقہ اداروں سے پوچھا، صرف وہ درخت کاٹے گئے جو کمزور تھے، جب بھی آندھی آتی تو وہ درخت سڑکوں پر گرتے تھے جس کے باعث ٹریفک جام ہوتی تھی۔ یہاں لاہور سے تعلق رکھنے والے ارکان بیٹھے ہیں، وہ اس بارے میں بہتر طور پر جانتے ہوں گے۔ جتنے درخت گرائے جاتے ہیں، اس سے زیادہ اگائے جاتے ہیں۔ یہ اتفاق ہے کہ میرے تایا پاکستان فاریسٹ ڈیپارٹمنٹ کے چیف رہے ہیں، ہمارا اس شعبے کے ساتھ قریبی تعلق رہا ہے۔ میرے مشاہدے کے مطابق اتنے درخت کاٹے نہیں جاتے جتنے لگائے جاتے ہیں۔ پچھلے پانچ سال کے دوران پاکستان کا afforestation rate چار فیصد سے بڑھ کر پانچ فیصد ہوگیا ہے۔

Madam Deputy Speaker: Hammad sahib, we got your point.

Ms. Anum Zia: Madam, I am really disappointed with this approach.

Madam Deputy Speaker: What is the right approach? Would you tell us?

محترمہ انعم ضیا: انہوں نے کہا کہ greenhouse gas emission کا اس معاملے سے تعلق ہی نہیں ہے۔ اس کے بعد تو بات ہی ختم ہوجاتی ہے۔

Madam, I have to clarify seriously because everyone has a right to know. He has said that greenhouse gases emmission have no link with the climate change. Then he said that trees are not being cut down. People have gone to strike in Lahore for so long; a large number of colleges and universities went on strike. I just want to say one thing. He should google and he will know.

Madam Deputy Speaker: Thank you for your suggestions. Mr. Muhammad Atiq Khokhar.

جناب محمد عتیق کھوکھر: شکریہ میڈم سپیکر۔ یہاں جو بھی بحث ہوئی، اس میں بہرحال spirit کو سمجھنے کی بہت ضرورت ہے۔ یہ بات تو understood ہے کہ issue کیا ہے اور یہ resolution کس چیز کے متعلق ہے۔

اس کی اہمیت کے حوالے سے میں بان کی مون کی ایک statement quote کرنا چاہوں گا کہ اس وقت تیزی سے بدلتی ہماری دنیا کو جو سب سے بڑے تین خطرات لاحق ہیں، اس میں غربت میں

اضافہ، موسمی تغیرات اور اسلحہ کی غیر قانونی سمگلنگ شامل ہیں۔ اس لیے اس کی spirit بہت اہم ہے۔

دوسری بات، چونکہ اٹھارہویں ترمیم کے بعد یہ ایک صوبائی معاملہ ہوگیا ہے، اس لیے صوبائی اور ضلعی حکومتیں deforestation کی responsible ہیں۔ ہوتا یہ ہے کہ شجرکاری یا دوسرے معاملات پر کام کیوں نہیں ہوتا، اس لیے کہ جب urbanization بڑھ رہی ہوتی ہے تو اس کو بڑھانے کے لیے جو ایک planning کارفرما ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ زمین زیادہ سے زیادہ مہنگی بکے، اس میں parks کم سے کم رکھے جائیں اور plantation زیادہ تر سڑکوں، نہروں یا ان کے آس پاس ہوگی۔ اس طرح major focus شجرکاری یا دوسری چیزوں کا، جس طرح اگر industrial zone ہے تو وہ کہاں ہوگا، آیا شہر سے باہر ہوگا یا اندر ہوگا، ان معاملات پر planning کی ضرورت ہے۔ اس طریقے سے ہم چل سکتے ہیں۔

Madam Deputy Speaker: Let me put this resolution to the House for voting.

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker: Majority is in favour of the resolution, therefore it is adopted. The House is now adjourned to meet again tomorrow at 9:30 am. Assalam-o-Alaikum.

[The House was adjourned to meet again on 21st September, 2012 at 9:30 am]